رجسٹرڈ نمبر اے ۷۲

قال الله تعالیٰ

رب زدنی علما

وقال ابن مسعود كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا رواه الشيخان

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات و خبرت
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است
باز جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ بلقب صحیفہ
مشہر ست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامسہا الانکشافات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ۸ بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۵ ہجری جلد ۲

باداریۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

معین الدین پریس میرٹھی

این صحیفہ کامدش امداد نام	یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضامین	فن	صاحب مضمون	صفحہ	کیفیت
۱	اصلاح انقلاب - -	فقہ	حضرت مولانا اشرف علی صاحب	۳	
۲	ضمیمہ امداد الفتاوی - -	فقہ	" " مدظلہم العالی	۲۷	
۳	تربیۃ السالک - - -	سلوک یا طب روحانی	" " "	۳۵	
۴	الاحکام الوقتیہ - -	بابت ماہ صفر	" " "	۳۹	

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

اصلاح انقلاب کا اصلاحی انقلاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً اشرف علی عرض رسا ہے کہ اس مضمون کے سلسلہ کا (جو کہ عرصہ دراز سے القاسم میں شائع ہو رہا ہے) نافع ہونا تو بفضلہ تعالیٰ دین کی ضرورت سمجھنے والوں کے نزدیک مسلم ہو چکا ہے چونکہ ایک مدت سے القاسم میں مع الرشید بجائے اسکے احقر نے ترجمہ عوارف دینا شروع کر دیا تھا جسکی وجہ بھی اسی ترجمہ کے خطبہ میں ظاہر کر دی ہے اسلئے اس کا مضمون بند ہو گیا تھا اب بعض خیر خواہان دین نے پھر اسکے احیاء واجراء کی رائے دی جسکو قبول کر لینا اصلح معلوم ہوا۔ چونکہ القاسم میں مع الرشید گنجایش نہ رہی تھی اور اس پرچہ الامداد میں بعض مضامین کی جگہ خالی ہو گئی تھی اسلئے اسکا اعادہ الامداد میں کیا جاتا ہے اور سرخی میں اصلاحی کا موصوف جو انقلاب ہے اس سے بھی تبدیلی اعادہ مراد ہے اور بوجہ اسکے کہ اس اعادہ کا منسوب الی الاصلاح ہونا ظاہر ہے اسلئے اصلاحی اسکی صفت میں لایا گیا۔

اعادہ کے ارتباط کا افادہ

القاسم صفر سنہ ۱۳۳۴ھ میں ایک فہرست تحریم بعض محللات کی لکھی گئی تھی جسمیں شاگردی اور مریدی اور زوجۂ ثانیہ سے نکاح کا مضمون بھی ہے پھر اسکی اور بعض صورتیں یاد آنے سے ایک ضمیمہ اسپر اضافہ کیا تھا جو کہ اسی پرچہ میں شروع ہو کر ربیع الثانی سنہ ۳۴ھ کے پرچے ٹائیٹل پر اس عبارت پر ختم ہو گیا تھا "ضمیمہ ختم ہوا ۲۶ ربیع الاولی سنہ ۳۴ھ" اسکے بعد پھر کوئی مضمون اصلاح انقلاب کا نہیں نکلا جب اس کے اعادہ کا ارادہ کیا اتفاق سے ایک شخص کو نکاح جدید کا واقعہ پیش آگیا جسکی نسبت اس شخص کے ایک عزیز نے کچھ استفسار کیا اور اس شخص نے اس کا مفصل جواب لکھا جسکا ایک مناسب نام بھی رکھ دیا گیا جو ذیل میں اس جواب کی پیشانی پر لکھا ہوا ملے گا۔

چونکہ اُس جواب خط میں فہرست مذکور سابق کے اجزار مذکورہ یعنی شاگردنی و مریدنی و زوجہ ثانیہ سے نکاح کرنے کے متعلق جہلار کی بہت باتوں سے تعرض اور اُن کی اصلاح تھی جو کہ مضمون انقلاب کے مناسب ہے اور اسکی ساتھ اسمیں اور بھی بہت سے علوم و فوائد علمی و عملی و حالی و شرعی فلسفی ہیں اسلئے اس خط کو بعینہٖ اس فہرست کا ضمیمہ ثانیہ بنا کر اصلاح انقلاب کا جزو بنا دیا گیا یہ ارتباط ہوا اس اعادہ کا مضمون سابق انقلاب سے اب اس مضمون کے احیار کے بعد اللہ تعالیٰ سے اسکے ابقار کی دعار ہے۔

اشرف علی عفی عنہ ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ضمیمہ ثانیہ

در نقل رسالہ

۲

الخطوب المذیبہ للقلوب المنیبہ

(متعرضہ بعض اغلاط متعلقہ تحریم محللات)

کہ خط یکے از تجربہ کاران است

برادرم عزیزم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ آنعزیز کے استفساری خط کی رسید اور تعجیل جواب نہو سکنے کا عذر اُس خط کے آنے کے ساتھ ہی جسکو آئے ہوئے تقریباً پچیس روز ہو گئے ہونگے ایک کارڈ پر لکھ چکا ہوں گو مجکو بفضلہ تعالیٰ بخار سے نجات ہو گئی ہے لیکن ضعف و نقاہت سے کسی معمولی سے معمولی کام کی بھی ہمت نہیں ہوتی مگر ساتھ ہی آنعزیز کے انتظار کے تصور سے اضطراب اور خود اس جواب کا بھی غالباً بعض مضامین مفیدہ کو متضمن ہونا یہ دونوں امر متقاضی ہیں کہ بنام خدا جواب شروع تو کر ہی دوں اتمام قبضہ قدرت الٰہیہ میں ہے اسلئے اختصار کے ساتھ

مگر قدرے ضروری تفصیل کے ساتھ جواب خط لکھتا ہوں آں عزیز نے لکھا ہے کہ اتنا معلوم
ہوا کہ اس جدید تعلق سے بھابی صاحبہ کی حالت میں بہت تغیر ہو گیا ہے اور آپکو بھی کچھ باعث
مسرت نہوا عزیز من یہ دونوں امر صحیح ہیں اس تفصیل کی تو حاجت نہیں کہ کیا تغیر ہوا اور اس
تغیر کے سبب مجھکو کیا تکدر ہوا کیونکہ اول تو اسکی حقیقت معلوم ہونا مشاہدہ پر موقوف ہے
دوسرے کم شخص ایسے ہونگے جنھوں نے اسکے نظائر کا مشاہدہ نہ کیا ہو اسلیئے یہ تفصیل بیکار ہے
البتہ نتیجہ خیز بات اس تغیر کے اسباب کی تحقیق ہے جسکی تقریر سے خود نتیجہ تک ذہن پہونچ
جاویگا اور ممکن ہے کہ آخیر میں اسکی کچھ تصریح بھی کردی جاوے سو ان اسباب کا مجموعہ راجع ہے
دو امر کی طرف ایک حد سے زیادہ جاہل ہونا طبقۂ اناث کا خواہ جہل علمی یعنی ناواقفی شرائع
خواہ جہل عملی جسکو ہمارے محاورہ میں جہالت کہتے ہیں جسکے شعبوں میں سے زیادہ تر دخل بدگمانی
و بدزبانی و کبر و حسد و حب دنیا و نسیان آخرت کو ہے دوسرا حد سے زیادہ محبت ہونا بیبیوں کو
شوہروں سے امر اول کا ظہور خود منکوحۂ اولیٰ سے زیادہ جو کہ صاحب معاملہ ہے دوسری عورتوں
میں معلوم ہوا چنانچہ ایسے موقع پر جو اقوال ان جہلاء کے سننے میں آئے وہ اسکی بین دلیل ۳
ہیں نمبر ۱ ہائے بادشاہی چھن گئی نمبر ۲ ہائے ایسا ظلم نمبر ۳ بس جی مولویوں کا بھی اعتبار نہ رہا
نمبر ۴ بھلا بدون اجازت منکوحۂ اولیٰ کے یہ دوسرا نکاح جائز کب ہو سکتا ہے نمبر ۵ بھلا اگر عورت
بھی دوسرے مرد کو ڈھونڈھ لے تو مرد پر کیسی گذرے نمبر ۶ ہائے بیٹی بیٹی کہا کرتے تھے جورو بنا کر
بیٹھ گئے نمبر ۷ بیٹی کیا نواسی کی جگہ تھی نمبر ۸ ارے بھائی بھانجا تو بیٹا ہوتا ہے پھر اسکو بیٹا بنایا
بھی تھا ہائے بیٹے کی بیوی کو لے بیٹھے یہ غضب نمبر ۹ بس جی ایسی عورت کا کیا اعتبار اس کا تو اگر
نانا حقیقی زندہ ہوتا کیا اسکو بھی کر بیٹھتی نمبر ۱۰ لو اور پڑھاؤ لڑکیوں کو۔ ہائے استاد ہو کر شاگردنی
کو کر بیٹھے نمبر ۱۱ اور مریدنی بھی تو تھی پیر میں اور باپ میں کیا فرق ہوتا ہے نمبر ۱۲ اجی معلوم
ہوتا ہے ان میں پہلے سے سازباز ہو گا نمبر ۱۳ بس جی اب تو سب مرید ایسا ہی کریں گے نمبر ۱۴
اجی لڑکی نے بھی ظلم ہی کردیا جو کرنا ہی تھا اور دس تھے بھلا جسکے پاس بچپن میں رہی لکھا پڑھا
اسی کی چھاتی پر مونگ دلنا تھا نمبر ۱۵ خدا کرے ان کو آرام ہی نصیب نہو نمبر ۱۶ اجی ایسی
بیچیاں ہے تو ستر کرے گی ستر چھوڑے گی نمبر ۱۷ بس اب یہ اس بیچاری غریب کا حصہ رزق

میں بھی بانٹ لیگی ۔ نمبر ۱۸ اگر اتفاق سے کوئی حادثہ پیش آگیا مثلاً معاش کی کمی یا بیماری
تو یہ رائے قایم کیجاتی ہے کہ اسکا ایسا منحوس پیرا آیا تھا کہ رزق اڑ گیا صحت اڑ گئی ونحو ذلک
من الخرافات جنمیں بعض اقوال تو صاف شریعت کا رد اور کفر کے قریب ہیں اس واقعہ میں
معلوم ہو گیا کہ بڑی بڑی لکھی پڑھی تسبیح نفلوں کی پابند مگر تمام تر دین انکا ملمع ثابت ہوا نہ یہ
تمیز تھی کہ ہم منہ سے کیا بکتے ہیں اسمیں کفر ہو جاویگا یا گناہ ہو جاویگا نہ یہ ہوش کہ آخر نتیجہ ان خرافات
کا کیا ہے اپنے نزدیک تو صاحب معاملہ کے ساتھ ہمدردی کیجاتی ہے مگر یہ سلیقہ نہیں کہ اس سے
تو اور دونا غم کو اشتعال ہوتا ہے ایسے وقت میں سخت ضرورت تسلی دینے کی ہوتی ہے جسکا طریقہ
عام عقلاء کے نزدیک تو صبر دلانا ہے اور جو جو شبہات آیندہ کے متعلق صاحب معاملہ کو واقع
ہوں مثلاً یہ کہ میرے ساتھ التفات نرہیگا میرے حقوق ضائع کر دیئے جاویں گے جدیدہ کی
چغلیوں سے مجھکو تکلیف دی جاویگی ان سب شبہات کو خوبصورتی سے رفع کرنا اور میرے
نزدیک ایسے موقع پر تسلی کا طریقہ یہ ہے کہ اسکو مصیبت ہی تسلیم نہ کیا جاوے کہ صبر کی ترغیب
دیجاوے بلکہ اسکا نعمت و مصلحت ہونا ثابت کیا جاوے اور شکر کی ترغیب دیجاوے اور یہ جو میں ۴
نے کہا کہ ایسے موقع پر تسلی کا طریقہ یہ ہے مراد ایسے موقع سے وہ موقع ہے جہاں اسکا ظاہراً نعمت
ہونا بھی ثابت کر سکے جیسے بفضلہ تعالیٰ اس ناکارہ کی حالت ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے قدیمہ کی دلجوئی
میں سنجیدہ پیشی کر دی گو میں نے کوئی گناہ کا یا عیب کا کام نکیا تھا لیکن ان کے عین شوران شکایت
میں اُن کے تجاوز عن التہذیب کو غلبۂ حال پر محمول کر کے ان کو معذور قرار دیا اور اسی طرح
سکون و سکوت و ضبط سے کام لیا جیسے کوئی عیب کر کے خجل و شرمندہ ہوتا ہے اور تمام تر جوش
و خروش کا جواب ان الفاظ سے دیا کہ خیر میں نے سب دل سے معاف کیا اللہ تعالیٰ تمھاری
اصلاح فرماوے ۔

میں بوجہ پختگی سن و کثرت مشاغل خدمت خلائق اُن سے بالکل بےفکر ہو گیا تھا بعض اوقات
دن دن بھر گھر جانیکی نوبت نہ آتی تھی عشاء کی نماز پڑھ کر فوراً سو رہتا تھا بات کی بھی فرصت نہ ملتی
تھی مگر اب اُنکی دلجوئی کا خاص اہتمام شروع کر دیا ذرا ذرا بات میں ان کی رعایت ملحوظ کرنے لگا چونکہ
مزاج میرا فطرۃً تیز ہے اور عورتوں میں کچھ لازم ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ اکثر جب کوئی

ایسا موقع پیش آتا تھا میں تحمل نہ کرتا تھا قولاً بھی تیز الفاظ کہتا تھا اور عملاً بھی بعض اوقات کھانا
چھوڑ کر گھر سے مدرسہ میں چلا آتا تھا ایسا اتفاق بکثرت ہوتا تھا جب سے یہ واقعہ ہوا اُس برتاؤ
کا نام و نشان نہیں رہا ادھر سے کتنی ہی کجی ہوئی ادھر سے بہت زیادہ نرمی و راستی برتی
گئی خلاصہ یہ ہے کہ اسقدر نرم برتاؤ اختیار کیا گیا کہ بعض لوگ تو مجھکو بے غیرت کہنے لگے بعضے
بیوی سے ڈرنے والا دبنے والا کہنے لگے بعض نے یہ رائے قائم کی کہ یہ نرمی ہی سبب ہے دوسری
جانب کی دلیری کا البتہ یہ تو ہوا کہ جب کبھی شریعت پر اعتراض کا اثر پہونچنے لگا گو صاحب
اعتراض کو اسکا احساس نہیں ہوا یا یہ کہ بیہودگی کو زیادہ امتداد ہونے لگا اول تو نرمی سے
فہمایش کر دی اگر پھر اصرار ہوا تو دوبارہ فہمایش میں قدرے آواز بلند ہو گئی مگر اسمیں بھی
الفاظ خشن اور تیز سے زبان کو نہایت تکلف کے ساتھ روکا غرض یہ خلاصہ تھا اور یہی میری
حالت کا تو اسمیں غور کر کے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ میرا برتاؤ پہلے سے زیادہ اچھا ہو گیا اور سبب
اسکا وہی دل شکنی کے احتمال پر دلجوئی اور اس دلجوئی کا سبب بھی واقعہ جدیدہ تو اس صورت
میں کیا شک رہا کہ اس واقعہ کا قدیمہ کے حق میں نعمت ہونا بھی نہایت آسانی سے ثابت ٥
کیا جاسکتا ہے بس طریق تسلی کا یہ تھا اور اگر یہاں تک ذہن نہ پہونچتا تو خیر صبر ہی کی تعلیم
کیجاتی اگر دو چار عاقل عورتیں بھی اس طرف توجہ کرتیں تو ان کے رنج و غم کی یہانتک نوبت
نہ پہونچتی مگر جو آئی ان کے خیالات کی جنمیں اکثر بلکہ کل کے کل لغو اور بے بنیاد تھے تصدیق
ہی کرتی آئی کسی نے تکذیب نہیں کی الا ماشاء اللہ اور تصدیق بھی صرف خوشامد میں اور
اس مصلحت سے کہ یوں نہ کہیں کہ فلانی کو میرے ساتھ ہمدردی نہیں بس اس تصدیق سے اُنکے
اوہام اور خیالات اور پک گئے اور وہ مثال ہو گئی جیسے کسی میانجی کو اسکی مکتب کے لڑکوں نے
باہم متفق ہو کر بیمار ڈالدیا تھا کہ جو آتا ہے خیر ہے چہرہ اوداس کیوں ہے آخر بیچارا بیمار پڑ گیا
میں نے اس دلجوئی کے علاوہ اصلاح باطن کے طریقوں سے اسقدر کام لیا کہ شاید بیس پچیس
برس کی مدت میں کسی کیلئے نہ لیا ہو گا اُن میں بعضے طریقے منقول تھے اور بعضے بزرگوں
کے کلام سے مستنبط کئے ہوئے اور ایسے لطیف لطیف کہ اگر کوئی ان کی قدر کرتا تو ضبط کرنیسے
ایک بے نظیر رسالہ سلوک کا بنتا اور عمل کرنے سے انسان کامل بنجاتا مگر تجربہ سے معلوم ہوا

اور پہلے سے بھی معلوم تھا مگر اب اور زیادہ معلوم ہوگیا کہ جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے اُسکی
اصلاح کوئی مخلوق نہیں کرسکتا حتی کہ نبی بھی۔ دوسرے یہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ اصلاح
کیلئے مصلح کے ساتھ اعتقاد اور عظمت کا ہونا شرط ہے اور شوہر کے ساتھ یہ دونوں امر ضعیف
ہیں بہرحال میں نے تھک کر حق تعالیٰ سے التجا اور دعا شروع کی ہے اور حضرت زکریا
علیہ السلام کے قول کے موافق ولم اکن بدعائك رب شقیا۔ امید قبول رکھتا
ہوں اور غالباً پہلے کی نسبت سکوت وسکون دونوں کی رفتار ترقی پر ہے اور جس مرض
میں روزانہ انحطاط ہو امید قوی وہاں صحت ہی کی ہوتی ہے یہ تو خلاصہ تھا ان کے غم
اور اس غم میں ان کے ساتھ میرے معاملہ کا آنعزیز کے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ
آپ کو بھی کچھ باعث مسرت نہوا۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں کیا مسرت ہوسکتی جبکہ اسباب
مسرت پر اسباب کلفت کے غالب ہوں مگر یہ نفی مسرت کی جو میں نے تسلیم کرلی یہ ظاہر
مسرت کے اعتبار سے ہے ورنہ باطناً تو اگر اللہ تعالیٰ معرفت نصیب کرے یہ کلفت بھی مسرت
ہی ہے کیونکہ مسرت کے جو منافع ہیں اس کلفت میں اُس سے کم نہیں بلکہ بہت کچھ زیادہ ٦
حاصل ہیں گو اس زیادت پر نظر کرکے نہ اس کلفت کی تمنا کرے اور نہ اسکے رفع کی دعا کو ترک
کرے حق تعالیٰ سے برابر عافیت مانگتا رہے لیکن جب تک عافیت ظاہری نہو اسمیں مصلحتیں
وحکمتیں سمجھکر دل سے راضی اور ثواب کا متوقع رہے چنانچہ الحمدللہ اسپر کچھ کچھ عمل ہے
جس سے زخم پر مرہم رکھا جا رہا ہے ورنہ ع بلا بودے اگر ایں ہم نبودے + ہاں میں نے
اسباب تغیر میں ایک امر جبل بتلایا تھا دوسرا امر محبت بی بی کو شوہر کے ساتھ، مسرت کے
جواب سے اسکو ترتیب میں مقدم لکھنا چاہیے تھا مگر خیر امر اول کا ذکر ابھی دور نہیں ہوا گویا یہ دوسرا
اس اول کے ساتھ ہی مذکور ہے اس امر ثانی کی سببیت اس طرح ہے کہ چونکہ بی بی کو شوہر سے
خصوص ہندوستان میں یہاں کی آب وہوا کی خاصیت سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور خاصہ
محبت کا یہ ہے ۵

باسایہ ترا نمی پسندم
عشق ست وہزار بدگمانی

بس اس سے یہ شرکت کہ اسکے شوہر میں دوسری اگر حصہ دار ہوجاوے سخت ناگوار ہوتی ہے

اور گو یہ شرکت دوسری کو بھی کسیقدر ناگوار ضرور ہے لیکن پھر دونوں میں یہ فرق ہے کہ دوسری تو اول ہی سے شرکت کو گوارہ کر کے آتی ہے اور پہلی مدتوں انفراد و اختصاص کی حالت میں رہ چکتی ہے اسکو خلاف ارادہ و خلاف توقع و خلاف رضا یہ شرکت پیش آجاتی ہے اسلئے اسکو زیادہ صدمہ ہوتا ہے اور اسکا خلاف ارادہ و خلاف رضا ہونا تو ظاہر ہے باقی خلاف توقع اسلئے کہ ہندوستان میں اسکا رواج اسقدر کم ہے گویا کہ ہے ہی نہیں اور رسم کو جذبات میں بہت دخل ہوتا ہے اور یہانتک دخل ہوتا ہے کہ جو امر خلاف ارادہ و خلاف رضا بھی نہو مگر خلاف رسم ہونے کے سبب خلاف ارادہ اور رضا ہونیکا بھی اثر نہیں رہتا چنانچہ بعض جگہ سُنا گیا ہے کہ منکوحہ اولی خود ہی دوسری کو اپنی رغبت و کوشش سے لائی اور پھر آنیکے بعد ناگواری اسی درجہ تک پہونچ گئی جیسے اسکی لائی ہوئی نہوتی بہر حال یہ محبت بھی اسکا سبب ہے اور گو اسوجہ سے کہ محبت امر طبعی ہے تو اسکا مسبب یعنی ناگواری بھی امر طبعی ہوگا اور امر طبعی میں انسان معذور ہے اسلئے منکوحہ اولی نفس ناگواری میں معذور ہے لیکن اگر محبت کے ساتھ علم ہوتا تو یہ ناگواری
حد اعتدال سے نہ بڑھنے پاتی اور بلا شک وہ قابل ملامت نہوتی لیکن چونکہ 7
محبت کے ساتھ مجموعہ سبب کا ایک جزو جہل بھی ہے جو کہ اختیاری ہے بایں معنی کہ اسکا ازالہ اختیاری ہے ۔ اور پھر شرعاً و عقلاً مذموم ہے اسلئے اس مجموعہ سبب پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں اُن میں جسقدر آثار جہل کے حصہ کے ہیں اُنمیں نقلاً و عقلاً معذوری نہیں ہوگی بلکہ ان آثار میں گناہ لکھا جاویگا اسلئے یہ رائے کہ علی الاطلاق ان امور میں سوتیاڈاہ کے سبب معذور سمجھا جاوے محض غلط ہے ورنہ اس کیفیت غیظیہ سے زیادہ اکثر اوقات دوسری کیفیات شہوت و غضب و حسد و کبر جن سے صدور معاصی کا ہوتا ہے غالب ہوتی ہیں تو چاہئے کہ گناہ کوئی چیز ہی نہو اور بطلان اسکا ظاہر ہے یہ تحقیق تھی ناگواری کے دونوں سببوں کی اب اسی تقریر سے ان اسباب کے متعلق جو بات نتیجہ خیز ہے وہ بھی معلوم ہوگئی ہوگی پس امر اول کے متعلق تو وہ بات یہ ہے کہ تعلیم و اصلاح نفس کی کمی جب سبب ان پریشانیوں کا ہی جن کا اثر واسطہ در واسطہ دور تک پہونچتا ہے تو اسکا تدارک سب عقلاء کو متفق ہوکر کرنا چاہئے مگر یہ جان لینا چاہئے کہ تعلیم و تہذیب سے مراد تعلیم دین و تربیت روحانی ہے نہ کہ تعلیم و تہذیب

جدید کہ اسکو ملکات وجذبات کی اصلاح میں جسکی کہ ضرورت ہے کوئی دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے بلکہ وہ تو اسمیں بالعکس مضر ہے چنانچہ تجربہ شاہد ہے اگر عورتوں کو علم دین وحال باطنی ہو جسکا طریقہ ضروریات دین وحالات اہل اللہ پر عبور اور وقتاً فوقتاً ان ناقصات العقل کے اقوال و افعال پر روک ٹوک کرتے رہنا ہے تو ان بیہودہ اقوال میں ایک قول بھی زبان پر تو کیا قلب میں بھی نہ آنے پاوے اور یوں حزن طبعی ہونا عجیب نہیں تو اگر اسمیں اعتدال ہو تو موجب اجر ہے اور صبر کرنے سے بتدریج خود بخود سکون بھی ہو جاتا ہے اور امر ثانی کے متعلق وہ بات یہ ہے کہ حالت موجودہ میں بدون اضطرار شدید کے جسکا فیصلہ نفس سے نہ کرانا چاہیئے بلکہ عقل سے کرانا چاہیئے بلکہ عقلاء کے مشورہ سے کرانا چاہیئے بدون اس اضطرار کے ہرگز نکاح ثانی نہ کرنا چاہیئے خصوص پختگی سن کے بعد منکوحۂ اولی کو بعد بیفکر ہو چکنے کے فکر میں ڈالنا ہے اور جہل اسکا لازم حال ہے وہ اپنا رنگ لاوی ہی گا۔ اور اس رنگ کے چھینٹے سے نہ ناکح بچیگا نہ منکوحۂ ثانیہ بچے گی خواہ مخواہ دریائے غم میں بلکہ دریائے خون میں سب غوطے لگا دیں گے خصوص جبکہ مرد بھی عالم اور متحمل نہو علم نہونے سے وہ حدود عدل کو نہ سمجھ سکیگا اور تحمل نہونیسے وہ اُن حدود کی حفاظت نہ کر سکے گا ٨
اسوجہ سے وہ ضرور ظلم میں مبتلا ہوگا چنانچہ عموماً ازواج متعددہ والے جور وظلم کے معاصی میں مبتلا رہیں کیونکہ حقوق اس تعدد کے اسقدر نازک ہیں کہ ہر ایک کا نہ وہاں ذہن پہونچ سکتا ہے اور نہ ان کی رعایت کا حوصلہ ہو سکتا ہے چنانچہ باوجودیکہ شب کو رہنے میں اور ملبوس وماکول میں برابر رکھنے کا وجوب سب جانتے ہی ہیں مگر اس تک کا اہتمام نہیں باقی ان مسائل کا تو کون خیال کرتا ہے کہ فقہانے لکھا ہے کہ اگر ایک بی بی کے پاس تو بعد مغرب آجاتا ہے اور دوسری کے پاس بعد عشاء تو اُس نے عدل کے خلاف کیا اور لکھا ہے کہ ایک کی باری میں دوسری سے صحبت جائز نہیں اگرچہ دن ہی کو ہو اور لکھا ہے کہ ایک کی نوبت میں دوسری کے پاس جانا بھی نہ چاہیئے اور لکھا ہے کہ اگر مرد بیمار ہو گیا اور اسوجہ سے دوسری کے پاس نہیں جا سکتا اسلیئے ایک ہی کے پاس رہا تو بعد صحت کے اتنی ہی مدت دوسری کے پاس رہنا چاہیئے اور دینے لینے میں برابری کرنے کے جزئیات بھی اسقدر دقیق ہیں کہ اُن کی رعایت ہر شخص کا کام نہیں مجھکو اسقدر دشواریاں اسمیں پیش آئیں کہ اگر علم دین اور حسن تدبیر حق تعالیٰ

عطا نہ فرماتے تو ظلم سے بچنا مشکل تھا سو ظاہر ہے کہ اس مقدار علم اور اسقدر اہتمام کا عام ہونا بعید
بلکہ ابعد ہے نیز ہر شخص کو نفس کا مقابلہ کرنا بھی کار دارد اب تعدد ازواج میں بجز اسکے کہ اضاعۃ
حق کر کے عاصی ہو گیا نتیجہ ہو سکتا ہے اور یہ تو حقوق واجبہ تھے بعضے حقوق مروت کے ہوتے
ہیں گو واجب نہیں ہوتے مگر اُن کی رعایت نہ ہونے سے دل شکنی تو ہوتی ہے جو کہ حقوق رفاقت
کے خلاف ہے۔ ان کی رعایت اور بھی دقیق اور غامض ہے غرض کوئی شخص ہر وقت کے واقعات
ومعاملات کے جزئیات کو خیال رکھے اور مستحضر کرے پھر اُن واقعات کے احکام علماء سے
پوچھے پھر ان پر عمل کرے تو نانی یاد آجاوے گی اور عمر بھر کیلئے تعدد ازواج سے توبہ کریگا الا ان
یضطر الی ذالک بوجہ من الوجوہ القویہ اسی لئے حق تعالیٰ نے اجازت تعدد کے
بعد اس احتمال کو بھی مصرحاً ارشاد فرمایا فان خفتم ان لا تعدلوا خود حق تعالیٰ کا اسکو
اس طرح فرمانا صریح دلیل ہے کہ یہ احتمال بہت ہی غالب اور قوی ہے پھر اکتفاء علی الواحدہ کی
نسبت ادنیٰ ان لا تعولوا فرمانا یہ اس احتمال کے جانب وجود کو جانب عدم پر صاف ترجیح
دی رہا ہے اسلئے اگر خواہی سلامت بر کنار است کا اختیار کرنا اسلم ہے یہ تھا نتیجہ مقصودہ 9
جسکو میں بعد ذکر اسباب کے ذکر کرنا چاہتا تھا اور جسپر میں مزید زور دینا چاہتا ہوں اور
کسی کو یہ وہم نہو کہ خود کیوں اس مشورہ کے خلاف کیا بات یہ ہے کہ خلاف کرنے ہی سے تو
یہ مشورہ سمجھ میں آیا ع من نکردم شما حذر بکنید + میں نے طبقہ اناث سے وعدہ کیا تھا کہ
میرے فعل کو تم سبب سمجھتی ہو مردوں کی جرأت کا تعدد ازواج پر میں اپنے فعل کے نتائج بتلا کر
اس فعل کو سبب بناؤنگا مردوں کے رک جانیکا تعدد ازواج سے کیونکہ اس فعل سے مجھکو تجربہ
ہو گیا اور تجربہ کار کا قول زیادہ ماننے کے قابل ہے بس میں تجربہ کی رو سے اپنے احباب اور
بھائیوں کو اس تعدد سے مشورۃً منع کرتا ہوں اگر میں اس تعدد کو اختیار نہ کرتا تو میرے
اس منع کی زیادہ وقعت اس وقت خواہ آپ لوگ نہ کرتے تو بعید نہ تھا لیکن اب اس
ممانعت کی خاص وقعت اور اس ممانعت پر عمل کرنا چاہئے مگر ساتھ ہی احکام شرعیہ میں
تحریف نہ کیجاوے جیسا بعض نے آیت فان خفتم ان لا تعدلوا اور آیت ولن
تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء کو جمع کر کے تفسیر میں معنوی تحریف کی ہے جسکی تحقیق

تفسیر بیان القرآن میں کردی گئی ہے بہر حال حکم شرعی تو یہی ہے کہ تعدد ازواج میں نکاح تو منعقد ہر حال میں ہوجاتا ہے خواہ عدل ہو یا نہ ہو لیکن عدم عدل کے وقت گناہ ہوگا البتہ چونکہ اسوقت عدم عدل غالب ہو اسلئے اسلم یہی ہے کہ تعدد اختیار نہ کیا جاوے ایک ہی پر قناعت کیجاوے اگرچہ ناپسند ہو فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً وحالۃ الاضطرار استثنیۃ من قبل آگے لکھتے ہیں کہ بنار کار کی بابت معلوم ہوا کہ مشیت پر مبنی تھا اور چند مصلحتیں شرعی تھیں ورنہ ضرورت کا سوال نہ تھا۔

عزیز من یہ دونوں بالکل صحیح ہیں لیکن عنوان ان کا بہت مجمل ہے تفصیل نہونے سے محبین ومعتقدین کے بڑھا لینے کا احتمال ہے کیونکہ اسکے معنی یہ سمجھے جاویں گے کہ کوئی الہامی حکم ہوا ہوگا اسوجہ سے اسکو اختیار کیا گیا چونکہ غلو فی نفسہ بھی ناپسندیدہ ہے پھر تلبیس امیں اور بھی زیادہ مذموم ہے اسلئے میں اصلی حالت کو منکشف کرتا ہوں سب سے اول اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ میرا یہ فعل کسی مصلحت کی نیت سے یا کسی اشارہ غیبیہ پر عمل کرنے کے قصد سے نہیں ہوا سبب قریب اسکا محض طبیعت کا تقاضہ تھا گو اس تقاضہ میں کسی امر غیبی کو دخل ہو اور گو پھر اسپر بہت سی مصلحتیں بھی مرتب ہوگئی ہوں بلا تشبیہ ایسی مثال ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور پر تشریف لیجانا بہ قصد عطار نبوت نہ تھا محض آگ کی ضرورت سے طبعی تقاضا تھا مگر وہاں جانے پر خاص عطار مرتب ہوگئی قصہ اسکا یہ ہے کہ میں نے مدت ہوئی ایک خواب دیکھا تھا کہ مجھسے اس نکاح کیلئے کہا جارہا ہے میں بطور تردد کے کہہ رہا ہوں کہ میرے گھر میں کا کیا حال ہوگا تو اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وہ قرآن شریف پڑھا کریں گی۔ میں بیدار ہوا تو قرآن شریف پڑھنے کے معنی تو یہ سمجھا کہ یہ مشاغل دینیہ میں مشغول ہوکر اس غم کو بھول جاوینگی چنانچہ اسکا سامان بھی ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن خواب کو کچھ زیادہ باوقعت نہیں سمجھا بلکہ اسکے اتباع کا خیال تو کیا کرتا اسکی کوشش کی کہ ایسا واقع نہو۔ چنانچہ اپنے بھانجہ سے پہلا نکاح کردیا گیا اور طبیعت خالی ہوگئی خدا کی قدرت وہ بیوہ ہوگئی تو اسکی کوشش کی کہ اس کا کہیں نکاح کردیا جاوے چنانچہ متعدد مواقع پر اسکی تدبیر و تحریک کیگئی لیکن کہیں سامان نہوا نیز میں نے بڑی تدبیروں سے اسکو اپنے سے پردہ کرایا اپنے مکان میں تدبیر لطیف سے اُسکی آمدورفت ۱۰

وبود و باش اسقدر کم کر دی کہ قریب قریب منقطع کے کر دی تاکہ وہ احتمال بالکلیہ مدفوع و مسدود
ہو جاوے نیز میں اس امر کو خود اپنی مصلحت کے خلاف بھی سمجھتا تھا کہ میرا زمانہ ان باتونکا
نہیں رہا آزادی کے بعد پابندی سخت امر ہے اور منکوحۂ اولیٰ کی مصلحت کے خلاف بھی
سمجھتا تھا کہ اُن کی سخت دلشکنی و دل آزاری ہوگی اور اس منکوحۂ ثانیہ کی مصلحت کے
خلاف بھی سمجھتا تھا کہ اسکی عمر کو ضایع کرنا ہے اسی طرح ایک زمانہ گذر گیا اس اثنا میں ایک
ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ (احقر) کے گھر حضرت عائشہ آنیوالی ہیں اُنھوں نے مجھسے کہا میرا ذہن
معًا اسی طرف منتقل ہوا اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ رضؓ بہت
کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے مگر میں نے اسکی طرف بھی زیادہ التفات نہیں کیا پھر میرے ایک
دوست نے ایک بہت بڑے شیخ کامل کو جو اسوقت افادۂ خلائق میں مشغول ہیں خواب میں
دیکھا کہ وہ میری آمدنی کی تقسیم کا ایک خاص طریقہ بتلا رہے ہیں کہ جس طرح گاہ گاہ میری ذہن
میں بطور احتمال خطور کیا کرتا تھا کہ اگر ایسا امر ہوا تو آمدنی کو اس طرح تقسیم کیا کرونگا اور میں نے اسکا ۱۱
کسی سے ذکر بھی نہیں کیا تھا تو خواب میں وہی طریقہ یا اس کے قریب قریب (مدت گذرنے سے
اچھی طرح یاد نہیں رہا) وہ بزرگ بتلا رہے ہیں اُن دوست نے جو عالم ہیں مجھسے ذکر کیا میں اس سے
بھی وہی واقعہ سمجھا مگر باوجود ان سب منامات و مکاشفات صلحاء کے میں نے اس قصہ کو اپنے دل
میں زیادہ جگہ نہیں دی اور اسکے مدافعت کی کوشش کی یہانتک کہ اس رمضان ۳۴ھ کے
نصف کے بعد میں نے پھر خواب دیکھا کہ خواب اول سے زیادہ مؤثر عنوان سے مجھکو اس طرف
متوجہ کیا جاتا ہے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ منکوحۂ اولیٰ سے ڈر لگتا ہے اس خواب
کے بعد طبیعت میں وہی تقاضا جو مٹا دیا گیا تھا یا دبا دیا گیا تھا پہلے سے بہت زیادہ قوت
کے ساتھ پیدا ہوا اور وہ اپنی قوت سے ایسا غالب آیا کہ میں اسکی مخالفت نہ کر سکا اور سب
مصالح و موانع مغلوب ہو گئے یہانتک کہ میں نے ایک عزیزہ کو اس پیام لیجانیکے واسطے
تجویز کیا اور ان سے ذکر کیا انھوں نے ایک بہت بڑے شیخ کا جو کہ ظاہری و باطنی افادہ میں
بفضلہ تعالیٰ مشغول ہیں نام لیا کہ انھوں نے مجھسے تصریحًا فرمایا تھا کہ ایسا ہو جانا بہتر ہے مگر

لحاظ اسکے اظہار سے مانع رہا تھا اب اُسکو ظاہر کردیا چونکہ اہل اللہ کے قلب میں بوجہ نورانی ہونیکے
اکثر امر صواب وارد ہوتا ہے اس سے کسی قدر اپنے خوابوں کا اور دوسرے صلحاء کے مکاشفات
وغیرہا کا محض اضغاث احلام نہونا راجح ہونے لگا آخر اُس عزیز کا پیام لیکر روانہ کردینا طے کرلیا گیا
ہنوز وہ روانہ نہوئی تھے میں ایک بار خلوت میں بیٹھا تھا دفعۃً خیال آیا کہ یہ معاملہ بے ربط سا ہے
معلوم نہیں اسقدر قلب پر اس کا تقاضا کیوں ہے فوراً ہی قلب میں بیساختہ یہ واقع ہوا کہ بہت
سے درجات موقوف ہیں سقوط جاہ و بدنامی پر جن سے تو ابتک محروم ہے کیونکہ تیرا جاہ ہر پہلو
سے انتہا کو پہونچ گیا ہے بس اس واقعہ میں حکمت یہ ہے کہ تو بدنام ہوگا اور حق تعالیٰ وہ
درجات عطا فرماوینگے بس یہ تھی وہ مشیت خاص جسپر یہ قصہ مبنی تھا اور یہ تھیں وہ خاص
مصلحتیں جو اس قصہ پر مرتب تھیں خلاصہ یہ ہے کہ میری تحریک تو طبیعت کے تقاضہ سے تھی
باقی یہ تقاضا خواہ ان واقعات ہی سے ہوا اور پھر اسمیں یہ حکمتیں بھی ہوں غرض وہ پیام
منکوحہ کے اور اسکے والدین کے پاس گیا اسکے والدنے سنتے ہی اپنے خواب اسکے متعلق بیان
کرنے شروع کردیئے اور بعد نکاح مجھکو معلوم ہوا کہ پیام سے ایک روز قبل خود اسنے بھی خواب ۱۲
دیکھا تھا اور نہ پیام باوجود مخالفت عرف کے نہایت خلوص وعالی ہمتی سے منظور کرلیا گیا
اتفاق سے منکوحہ کے باپ یہاں آئے تھے اُن سے درخواست کیگئی کہ مجھکو رمضان میں سفر
سے بچالیا جاوے انھوں نے بوجہ اسکے کہ اُس عزیز پیغام رساں کی معیت میں اختیار شرعی
حاصل کرلیا تھا نکاح پڑھوادیا یہ خبر جب گھر پہونچی تو ہوا جو کچھ ہوا جسکا اثر قلب پر اسدرجہ تھا کہ
اسوقت مجھکو موت محبوب معلوم ہوتی تھی اور گھر میں کا صدمہ نہ دیکھا جاتا تھا اُدھر کچھ علاج نہ تھا
گھر میں کے ساتھ سختی کرنا اسلئے گوارہ نہ تھا کہ ضبط سے اندیشہ امراض صعبہ کا تھا ان اسباب سے
بیحد تنگی واقع ہوئی اسوقت دین کی قدر معلوم ہوئی کہ بجز دین کے کوئی چیز اسوقت دل کی
سنبھالنے والی نہ تھی اور منجملہ ان مصالح کے جو اس واقع میں مضمر تھیں اور بعد میں ظاہر
ہوئیں دین کے اس اثر کا مشاہدہ تھا جو پہلے سے علم الیقین کے درجہ میں تو تھا مگر اب عین الیقین
ہوگیا والحمد للہ علی ذٰلک ۔ ایک مصلحت یہ بھی ظاہر ہوئی کہ اس کے قبل موت کی
محبوبیت کی دولت مجکو نصیب نہ تھی عقلاً گو محبوب تھی مگر طبعاً محبوب نہ تھی بلکہ ایک گونہ

حیات سے دلچسپی تھی الحمد للہ کہ اس واقعہ سے یہ دولت بھی نصیب ہوئی اور گو ابتداءً اسکی دل
تنگی کے سبب ہوئی مگر الحمد للہ کہ پھر باوجود رفع سبب کے بھی وہ سبب باقی ہے اللہ تعالیٰ اُسکو
باقی رکھے ایک مصلحت یہ ظاہر ہوئی کہ مجھکو ثواب آخرت سے طبعاً رغبت کم تھی امتثال اوامر
الٰہیہ کو تو جنت سے بھی افضل سمجھتا تھا مگر اس کے ثمرہ میں ثواب کا تصور کم ہوتا تھا صرف
رضائے حق وطلب نجات مرکز خیال تھا اور اب معلوم ہوا کہ یہ ایک قسم کی کمی اور صورت
استغنا تھی الحمد للہ کہ اس کوتاہی کا بھی تدارک ہوگیا اور تنگی کے پیش آنیکے وقت صرف
احکام کے ضروری ہونے کے خیال نے طبیعت میں قوت بخشی - استحضار ثواب نے پورا کام
دیا والحمد للہ علی ہذہ النعمۃ ایک مصلحۃ یہ ظاہر ہوئی کہ مجھکو اسوقت تک صبر اور رضا بالقضا
وتفویض الی اللہ کی حقیقت کا مشاہدہ نہوا تھا الحمد للہ کہ ان محبوبوں کا جمال اپنی آنکھ سے دیکھ لیا
ایک مصلحت یہ ظاہر ہوئی کہ حلم وتحمل کا مجکو ذوق نہ تھا خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہ کام بھی مجھسے
بوجہ احسن لیا گیا جس سے آئندہ بھی کام لے سکنے کی امید توکلاً علی اللہ رکھتا ہوں ایک مصلحت
یہ بھی ہوئی کہ رسم جاہلیت کا ابطال ہوگیا اسی ضمن میں خود تعدد ازواج کی بعض حکمتیں ۱۳
بھی ظاہر ہوئیں مثلاً صفت عدل کا استعمال بطرز عجیب تفصیل اسکی یہ ہے کہ حالتیں دو ہیں
ایک یہ کہ آدمی کسی پر حاکم ہی نہو یا حکومت سے استعفا دیدے اسکو اس صفت کے استعمال
کی ضرورت ہی نہیں پڑتی دوسری یہ کہ حاکم ایسے لوگوں پر ہو جنکے ساتھ استعمال عدل میں
سیاست وضابطہ کا برتاؤ کرسکے یہ بھی آسان ہے اسلئے کہ اس شخص کو صرف ایک حکومت
کا حق ادا کرنا پڑتا ہے جسمیں کوئی امر مزاحم نہیں بخلاف صاحب ازواج متعددہ کے کہ اسکے
ماتحت ایسے دو محکوم ہیں جو اسکے محبوب بھی ہیں اور اس محبوبیت کے سبب ایک درجہ میں
معنًی وہ اسیر حاکم بھی ہیں پھر محکوم بھی کیسے جنمیں انصاف وعدل کرنا صرف اسی حالت کے
ساتھ خاص نہیں جبکہ ان دونوں میں جھگڑا واقع ہو بلکہ اگر وہ خود بھی نہ جھگڑیں تب بھی
اس حاکم پر ہر وقت کے برتاؤ میں ان میں برابری رکھنا واجب ہے پھر جب جھگڑا پڑے اسوقت
یہ کشاکشی ہوگی کہ اگر اُن کی محکومیت کے حقوق ادا کرتا ہے تو محبوبیت کے حقوق فوت ہوتے
ہیں اور اگر محبوبیت پر نظر کرتا ہے تو محکومیت کے حقوق فوت ہوتے ہیں ان دونوں کا جمع

کرنا جمع بین الاضداد سے کم نہیں اور نہایت ہی عقل اور دین کی اسمیں ضرورت ہے کوئی
کرکے دیکھے تو معلوم ہو اور اگر حکومت سے سبکدوش ہونا چاہے تو وہ اسلیئے مشکل ہے کہ
حقیقت اسکی زوجیت کو قطع کرنا ہے سو اول تو زوجیت کا یہ فطرۃً بھی محتاج دوسرے محبوبیت
اس استعفا سے مانع تیسرے شریعت اسکو مبغوض ٹھہرا رہی ہے پھر اس اجلاس کا کوئی وقت
نہیں ہر وقت اس کیلیئے آمادہ رہنا چاہیئے بھر استغاثہ کا انتظار نہیں خود دست اندازی لازم تو
جو شخص اس نازک موقع پر عدل کو استعمال میں لایا وہ اعلیٰ درجہ کا عادل ہوگا اور دوسری جگہ
اس صفت سے کام لینا اسکو بالکل پانی ہوجاویگا اور مثلاً اسکی قدر بڑھ جانا کہ جس طرف جاتا ہے
اس طمع میں کہ مجھسے اسکو زیادہ التفات ہو اسکی بہت قدر کیجاتی ہے خاص طور سے خدمت
کیجاتی ہے بشرطیکہ دونوں زوجہ میں نری شیطنت نہو۔ ورنہ مجاہدہ عظیمہ ہے کہ یہ بھی ایک
مصلحت عظیمہ ہے تعدد کی اور مثلاً صحت کا اچھا ہوجانا کیونکہ ہر یوم میں ایک جدید چیز اسکو
میسر ہے اور جدت کیلیئے نشاط اور نشاط کیلیئے درستی صحت عادۃً لازم ہے اور ایک مصلحت
اس تعدد میں زیادت تعفیف ہے اور بھی مصالح متعددہ اس تعدد میں ظاہر ہوئے مگر یہ ۱۴
مصالح ان خطرات وخلجانات مذکورہ سابقہ کے ساتھ ایسے ہیں جیسے جنت کے راستہ میں پل صراط
کہ بال سے باریک تلوار سے تیز جسکو طے کرنا سہل کام نہیں الا من یسرہ اللہ تعالی اور جو
طے نہ کرسکا وہ سیدھا جہنم میں پہونچا اس لئے ایسے پل پر خود چڑھنے کا ارادہ نکرے بقول سعدیؒ ؎

بدریا در منافع بے شمار ست	وگر خواہی سلامت بر کنار ست

اُن خطرات ومہالک سے عبور کرنے کیلیئے جن اسباب کی ضرورت ہے وہ ارزاں نہیں ہیں
دین کامل عقل کامل۔ نور باطن ریاضت سے نفس کی اصلاح کرچکنا ومثل ذلک چونکہ
یہ مجموعہ شاذ ہے اسلیئے تعدد ازدواج میں پڑنا یا اپنی دنیا برباد وتلخ کرنا ہے اور یا آخرت اور دین
کا تباہ کرنا ہے ؎

ہرگز نگند می گوں لا تقربوا کہ زہر ست	حال پدر بہ یاد از آدمؑ الکتاب دارم

خلاصہ یہ کہ کچھ مصلحتیں خاص اس نکاح میں ظاہر ہوئیں جو پہلے سے قلب میں واقع ہوئی تھیں
جن کو مختصراً میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ ہجرت سے درجات موقوف ہیں سقوط جاہ پر الیٰ قولہ تو کلاً

علی اللہ رکھتا ہوں اور کچھ مصلحتیں مطلق تعدد ازواج میں ظاہر ہوئیں ان مصالح میں سے مصلحت
سقوط جاہ کی بہت مجمل مذکور ہوئی اب اسکی کسی قدر تفصیل کرتا ہوں کیونکہ اعظم مصالح اس واقعہ
میں یہی ہے سو بیان اسکا یہ ہے کہ واقعی بدنامی اور ملامت اس واقعہ میں اسقدر ہوئی کہ شاید
تمام عمر بھی اگر میں خدانخواستہ واقعی عیب کرتا تب بھی اسقدر نہوتی اس واقعہ کے تین مواقع تھے
ہر موقع پر میری قسمت میں یہ دولت لکھی تھی چنانچہ اول موقع نکاح کا تھا اسمیں جو کچھ ہوا اسکا
مختصر بیان بضمن اقوال جہلاء کے اوپر کر چکا ہوں دوسرا موقع یہ ہوا کہ جب گھر کے لوگوں پر زیادہ
صدمہ دیکھا اور اندیشہ ہوا کہیں زیادہ نوبت نہ پہونچے ادہر اپنے قلب کو تحمل سے عاجز پایا آخر تنگ آکر
ایک مختصر مجمع احباب عقلاء سے مشورہ کر کے اس جدیدہ کو قطع تعلق بواحدہ صریحہ کا مضمون اسی عزیز کے
ہاتھ جو نکاح کا پیام لے گئے تھے لکھ بھیجا اس فعل سے گھر میں مجکو رو کا بھی مگر میں نے یہ سمجھا کہ بدون
اسکے اس مصیبت کا کوئی علاج نہیں ادہر میں مردوں سے مشورہ کر چکا تھا عورت کی رائے کو میں نے
ناقص سمجھکر بھی عمل نہ کیا اس تحریر اور پیغام کا جو اثر دوسری طرف ہوا اسکو سنکر دوسرا صدمہ پہونچا
مگر بجز برداشت کرنے کے اسکا کوئی علاج میرے ہاتھ میں نہ تھا اب یہ دوسرا موقع ہوا بدنامی و ۱۵
ملامت کا کسی نے کہا کہ خواہ مخواہ دل شکنی کی کسی نے کہا بیوی سے اشاد بنا نہ چاہئے کسی نے
کہا یہ جائز کہاں تھا اول موقع پر عوام نے زیادہ بدنام کیا تھا اس دوسرے موقع پر اہل فہم نے
زیادہ بدنام کیا اب تیسرا موقع سب سے زیادہ عجیب ہوا کہ جب وہ عزیز یہ پیغام پہونچا کر واپس آگئے تو
اب منکوحہ اولی کو یہ خیال غالب ہوا کہ افسوس میرے سبب انھوں نے اپنے ایک رغبت کے معاملہ
کو قطع کیا اب انکو عمر بھر قلق و رنج رہیگا اور مجکو بہت سخت شرمندگی رہیگی اور لوگ بھی یہ سمجھیں گے
کہ اسکے سبب ایسا ہوا غرض ان خیالات نے اسقدر غلبہ کیا کہ اصل واقعہ سے زیادہ صدمہ کے آثار
ظاہر ہونے لگے اور ارادہ کیا کہ اب میں خود جاکر پھر نکاح کی تجدید میں کوشش کروں میں نے انجام
سوچکر ہر چند منع کیا اپنے ایک مخلص دوست صالح عالم سے بطور وعظ کے فہمائش بھی کرائی مگر ان کا
یہ خیال قوی ہوتا گیا حتی کہ خود وہاں جاکر سب کو راضی رضا کر کے مجکو یہاں سے بلا کر تجدید کرا دی
اس تجدید میں قوی قوی رکاوٹیں پیش آئیں کہ جنمیں بعض کا مجھپر بار ڈالنے کی تجویز بھی تھی جسکو
میں برداشت کرنا پسند نہ کرتا تھا اور بدون اسکے ظاہرا تجدید دشوار تھی اسوقت بے ساختہ میرے

قلب میں یہ آیا کہ ابتک تو منامات و مکاشفات سے احباب استدلال کرتے تھے کہ یہ من الغیب ہے
مگر میرے قلب میں ان چیزوں کا زیادہ اثر نہ تھا اب میں اسکے من الغیب ہونے نہونے پر اسی سے
استدلال کرتا ہوں کہ میں کسی شرط زائد کو قبول نہ کرونگا اگر پھر بھی اس کا وقوع ہو گیا تو من الغیب
سمجھونگا ورنہ اس بارے بیچارہ ہونگا چنانچہ باوجود اسکے حق تعالیٰ نے سب کے قلوب کو دفعتاً بدل دیا
کہ سب شرطیں محذوف ہو گئیں اور تجدید ہو گئی مزاحمات کا اس طرح بلاکوشش رفع ہو جانا میرے
نزدیک ایک باوقعت دلیل ہے اور اس سے بڑھکر دلیل خود مزاحم کا کوشش کرنا یعنی منکوحہ اولیٰ کا طرح
سعی کرنا ہے اب اس سے اُن منامات و مکاشفات کا صدق راجح ہوتا ہے یہ تیسرا موقع تھا اسمیں بھی
بیحد ملامت کیگئی کسی نے کہا کہ طلاق کے بعد بلا حلالہ تجدید کہاں جائز ہے کسی نے کہا واحدہ صریحہ
میں تجدید کی کون حاجت تھی کسی نے کہا بس مسئلے مولویوں کے قبضہ میں ہیں جس چیز کو دل
چاہا اسی کو درست کر لیا کبھی نکاح کو کبھی طلاق کو وغیر ذلک من الجہالات غرض تینوں موقعوں
پر مختلف عنوانات سے اطراف و نواح میں آگ لگی کا سا غل تھا کہ جسکو دیکھئے یہی قصہ یہی چرچا دونوں
پر یہی تذکرہ نشستگاہوں میں یہی مشغلہ کوئی میرے احباب کو چھیڑتا ہے کوئی احباب ہونیکے دعوی کے ۱۶
بعد شبہات و اعتراض کر کے اپنے دوست ہونیکا ثبوت دیتا ہے ساتھ ہی ان کے مقابل اللہ تعالیٰ نے
ایک جماعت اہل فہم کی بھی قائم کر دی تھی جو ان سب واقعات کو سنت کے موافق سمجھ رہے تھے اور انکی
محبت زیادہ بڑھتی جاتی تھی چنانچہ سب سے پہلا واقعہ خواب کا تھا اسمیں سنت کے موافق یہ ہوئی کہ
اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رض کی صورت ایک حریر کے ٹکڑے پر دکھلائی
گئی تھی کہ یہ آپکی زوجہ ہیں دوسرا واقعہ بھانجہ کی بیوہ سے نکاح کرنے کا تھا اسمیں سنت کے موافق
یہ تھی کہ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رض سے جو آپکے متبنّیٰ کی بیوی
تھیں اُن کے طلاق دینے کے بعد نکاح فرمایا تیسرا واقعہ وہ تھا جو جہلا کے اقوال میں نقل کیا گیا
کہ ابھی معلوم ہوتا ہے ان میں پہلے سے سازباز ہوگا اسی طرح نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی نسبت کہا گیا کہ توبہ توبہ حضرت زینب پر عاشق ہو گئے تھے استغفر اللہ چوتھا واقعہ تفاوت
عمر میں نکاح ہونے کا تھا اسمیں موافقت سنت کی یہ ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر میں
اور حضرت عائشہ کی عمر میں اس سے زیادہ تفاوت تھا۔ پانچواں واقعہ منکوحہ اولیٰ کی دلجوئی

کیلئے ثانیہ کو جواب دیدینے کا تھا اسمیں سنت کی دو موافقتیں ہوئیں ایک وہ جو اس آیۃ میں مذکور ہے
یاایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک الآیہ دوسری وہ جو اس آیۃ کا
شان نزول ہے یاایہا النبی اذا طلقتم النساء الآیۃ یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے ایک طلاق
دیدی تھی پھر بحکم الٰہی آپنے رجعت فرمائی کذا فی الدر المنثور عن ابی حاتم و ابن المنذر چھٹا
واقعہ تجدید نکاح کا تھا اسمیں سنت کے موافق ابھی مذکور ہوئی کہ حضرت حفصہ سے بعد طلاق رجعت
فرمائی تھی ساتواں واقعہ مہر کے خفیف ہونیکا ہے اسمیں موافقت سنت قولاً و عملاً ظاہر ہے غرض اہل
فہم کو خدا تعالیٰ نے اس طرح سمجھایا میں یہ جھوٹا دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے یہ سب کام اتباع سنت
کی نیت سے کئے ہیں بلکہ یہ بھی محض خدائے تعالیٰ کا ایک فضل ہے کہ اضطراراً سنت کی
موافق ہو جاوے جس سے زیادہ برکت کی امید ہوتی ہے چنانچہ امید برکت کی مزید تائید دو واقعوں سے
اور ہوتی ہے ایک یہ کہ اس واقعہ کی خبر سُنکر ایک شیخ کامل نے جنکا میں نے اوپر اس عنوان سے
ذکر کیا ہے کہ اسوقت افادہ خلائق میں مشغول ہیں مجکو خط لکھا اسمیں یہ تھا کہ حق تعالیٰ اس عقد کو
موجب ترقی درجات سامیہ فرماوے دوسرا یہ کہ ایک دوسرے شیخ کامل نے جنکا میں نے اوپر 17
اس عنوان سے ذکر کیا ہے کہ ظاہری و باطنی افادہ میں بفضلہ تعالیٰ مشغول ہیں میری اس
درخواست کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اسمیں برکت فرمادیں یہ فرمایا کہ ہمکو تو
برکات کی توقع ہے بس یہ خلاصہ ہے مضمون مشیت اور مصلحتوں کا جسکا بنا رکار معلوم ہوتا ہے
آلعزیزیہ نے لکھا ہے اسی سے آلعزیزیہ کے اس سوال کا جواب بھی نکل آیا کہ اُس زمانہ میں جب تمام
اعزا کی تمنا تھی کہ اولاد ہو اور اسکے لئے سبنے زور دیا کہ نکاح ثانی ہو جاوے تو آپ نے نہ مانا جب
اسکی عمر تھی اور طبعاً اولاد کی خواہش ہوگی لیکن وہ زمانہ گذر گیا تو اب کیا وقت تھا۔ تقریر جواب کی
ظاہر ہے کہ اسوقت بھی میں نے اولاد کے خیال سے نہیں کیا اور نہ اقتضاء عمر سے کیا اسباب مذکورہ
بالا سے طبیعت میں ایک قوی تقاضا پیدا ہوا جسمیں بلا قصد بہت سے دقیق مصالح بھی پیدا ہوگئے
اور عجب نہیں کوئی اولاد بھی ہو جاوے چنانچہ میں نے اس تقاضا کے قلب میں آنے کے وقت دعاء
استخارہ کے ساتھ دینی کتابوں سے تفاؤل بھی کیا گو میں تفاؤل کو موثر نہیں سمجھتا اور نہ ایسا
سمجھنا جائز ہے مگر محض تقویت رجاء کیلئے تفاؤل چند بار کیا اس آیت کا مضمون ہر بار میں نکلا۔

رب لاتذرنی فرداً وانت خیرالوارثین واللہ اعلم اتفاقی بات ہے یا اشارہ ہے عطاء اولاد کی طرف چنانچہ اس کے بعد کی تحریر میں آنعزیز کو بھی اسی جواب کا احساس ہو گیا چنانچہ لکھا ہے لیکن ان شرعی مصلحتوں اور حکم خداوندی کی باریکیوں کو دنیاوی امور پر ترجیح دینا بڑا کام ہے جو دنیاداروں سے خاصکر مستورات سے ممکن نہیں چونکہ اسمیں احساس جواب کے ساتھ دنیاداروں اور مستورات کی ایک درجہ میں معذوری بھی بیان کی ہے اسکی نسبت یہ ہے کہ درجۂ حال میں ترجیح دینے کا کسی کو مکلف بھی نہیں بنایا یہ تو ایک موہبت الہیہ ہے جسکو عطا ہو لیکن اسقدر کا سب کو مکلف بنایا ہے کہ حدود شرعیہ سے قولاً وفعلاً تجاوز نکریں اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اس تحفظ حدود میں حق تعالیٰ نے یہ اثر دیا ہے کہ حزن وتشویش طبعی بھی اسقدر ضعیف ہو جاتا ہے کہ بالکل کالعدم ورنہ وہ کمبخت برابر تازہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے جہلا اس نکتہ کو نہیں سمجھتے اور تجاوز عن الحدود کو اپنے مرض کا علاج سمجھتے ہیں جو ان اشعار کا مصداق ہوتا ہے ؎

ہرچہ کردند از علاج و از دوا — رنج افزوں گشت وحاجت ناروا
۱۸ بے خبر بودند از حال دروں — استعیذ اللہ مما یفترون
گفت ہردارو کہ ایشاں کردہ اند — آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

آگے آنعزیز نے لکھا ہے۔ تاہم جسقدر حالات (نام عزیزے) کی تحریر سے معلوم ہوئے اسمیں میری رائے ناقص میں اتنی کسر رہ گئی کہ ان امور کو اگر اول بھابی صاحبہ کے سامنے پیش کر دیا جاتا تو شاید ان کو اتنا خیال نہوتا۔ اب جو ہونے والا تھا ہو گیا۔ اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ ان واقعات کی جو کہ بنار کار ہیں انکو خبر کر دی جاتی سو یہ تو میں چند موقعوں پر کرتا رہا جسکا اُن پر ہمیشہ گہرا اثر ہوا کیا میں نے اُن سے اپنا پہلا خواب کہدیا تھا ایک بزرگ کا مکاشفہ متعلق مضمون حضرت عائشہ رضؓ وہ بھی کہدیا تھا باوجودیکہ انھوں نے تعبیر میں میرے ساتھ اختلاف کیا مگر پھر بھی اُن پر کئی کئی ماہ تک اثر رہا جسکو دیکھ کر میں نے سچی بات دل کی کہدی کہ میرا اسوقت تو بالکل آئندہ کیلئے بھی کبھی ارادہ نہیں یہانتک کہ میں نے کہا کہ لاؤ میں عمر بھر کے لئے ایسی قسم کھالوں کہ نکاح ہی نہو سکے لیکن مجھکو تقدیر کی خبر نہیں نہ یہ میرے قبضہ میں ہے کہ حق تعالیٰ اگر دل کو بدلنا چاہے تو بدلنے نہ دوں انھوں نے ایسی قسم کھانے سے اسی بنار پر ہمیشہ منع کیا

کہ خدا جانے تقدیر میں کیا لکھا ہو بہر حال انکو یہ احتمال ہمیشہ ستاتا رہا - اور میں اپنے ارادہ کے موافق اطمینان دلاتا رہا اور واقعی میرا ارادہ کوسوں بھی نہ تھا اور اگر یہ مطلب ہے کہ ارادہ ہونے کے بعد اُن کو ارادہ کی اطلاع نہ کی اور بہت سے اہل الرائے یہ بھی کہتے ہیں سو اس میں میرا یہ خیال ہوا اب خواہ وہ غلط ہو یا صحیح کہ یہ قیامت تک موافقت نہ کرینگی اور صریح مخالفت کے بعد پھر مجکو مناسب نہو گا کہ اسمیں زیادہ دل شکنی ہے اور اگر بلا اطلاع کر لیا اور احتمال اُنکو ہے ہی تو آخر مجبور ہوکر ساکت و ساکن ہوجاوینگی بس اس خیال سے میں نے اپنے ارادہ کی اطلاع نہیں کی اور بعد کے واقعہ تجدید سے تو یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ اطلاع تو کیا معنی اگر مشورہ و اجازت بھی حاصل کر لیتا تب بھی کچھ نفع نہوتا چنانچہ خود سعی کرنا تو مجھکو اجازت دینے سے بڑھکر اس رضا و سکون میں موثر ہے مگر کوئی اثر اسکا ظاہر نہیں ہوا اب تو آنعزیز کا یہی جملہ تسلی بخش ہو سکتا ہے کہ جو ہونے والا تھا ہوگیا اسکے ساتھ اتنے اضافہ کی اور ضرورت ہے کہ دعا و التجا اخیر علاج ہے اور اکسیر علاج ہے آگے آنعزیز نے اپنی محبت سے لکھا ہے لیکن مجھکو اسکا صدمہ ہوتا ہے جب

۱۹ مجھکو یہ معلوم ہوا کہ آپ کی عیش و آرام میں فرق پڑ گیا یہ آنعزیز کی محبت کا مقتضا ہے اور ہونا بھی چاہئے اور حقیقی بھائی کے ساتھ تو کیوں نہ ہوتا ہر نوعی بھائی کے ساتھ ہونا چاہئے ؎

چو از محنت دیگراں بے غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

مگر میں آنعزیز کو بے فکر اور مطمئن کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے اُس عیش سے زیادہ مجھکو عیش عطا فرما دیا یعنی وہ عیش دنیا کا تھا اور واقع میں مجھکو اُس سے ایک گونہ دلچسپی ہوگئی تھی اور کبھی سوچ سوچ کر ڈرتا تھا کہ خدا نہ کرے اس آیت کا مضمون تو مجھپر صادق نہیں آنے لگا رضوا بالحیوة الدنیا واطمأنوا بہا - خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان واقعات نے اس حدیث کے معنی سمجھا دیئے اللھم لا عیش الا عیش الاخرة - اول اول ذرا جی گھبرایا مگر حق تعالیٰ نے دکھلا دیا ؎

درد از یار است و درمان نیز ہم
دل فدائے او شد و جان نیز ہم

اور اس آیت کے معنی دکھلا دیئے ما اصاب من مصیبة الا باذن اللہ و من یؤمن باللہ یہد قلبہ - بس یہد قلبہ کے بعد کہاں پریشانی کہاں رنج و غم باقی طبعی اثر

خفیف سا کسی وقت اگر ہو سو وہ پریشان کن نہیں دوسرے اس سے کوئی خالی نہیں تیسرے وہ خود علاج ہے بہت سے امراض کا جنمیں نفوس عامتہ مبتلا ہیں اس حیثیت سے وہ سب رحمت ہیں اس لئے میں الحمد للہ پہلے سے زیادہ عیش میں ہوں اور بفضلہ تعالیٰ اب تو ظاہراً بھی سکوت و سکون بڑھتے رہنے سے پہلے رنگ کا عیش بھی معہ شئے زائد عود کرتا آتا ہے آگے آنعزیز کے خط کے خاتمہ کا جملہ ہے۔ اس لئے اپنے اطمینان خاطر کے لئے میں التجا کرتا ہوں کہ اپنے قلم سے اسکے مفصّل حالات تحریر فرماویں زیادہ نیاز۔ فقط میری بدنی حالت اسوقت بوجہ نقاہت کے اتنی تفصیل کی متحمل نہ تھی نیز واقعات کے ساتھ علوم کا منضم کرنا شاید نہ بجائے تفصیل کے تطویل معلوم ہو مگر آنعزیز کی تعلق طبیعت واثر محبّت نے قلب میں ایک جوش پیدا کر دیا جس سے جو بیساختہ قلم میں آتا گیا لکھتا گیا پھر اس مجموعی مضمون کی نافعیت پر نظر کر کے مناسب معلوم ہوا کہ اسکو ایک رسالہ قرار دیکر اسکا ایک با دلالت نام بھی رکھدوں چنانچہ یہ نام خیال میں آیا **الخطوب المذیبہ + للقلوب المنیبہ**۔ یعنی وہ واقعات جو خدا کی طرف رجوع ہونے والے قلوب کو گداختہ اور نرم کردیں اب میں اپنے اس خط کو مناسب ۲۰
مقام و مفید دستور العمل پر ختم کرتا ہوں جسکے تین ۳ جزو ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ تو میں اصل خط میں مشورہ دے چکا ہوں کہ تعدد ازواج ایک پر خطر مسلک ہے جس طرح قضاء یعنی حکومت کے قبول کرنے سے حدیث میں نہایت تہدید ہے یہ بھی اس سے کم نہیں بلکہ میں نے جو اوپر مصلحت حصول صفت عدل کے متعلق تقریر کی ہے اس سے تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ بعض وجوہ سے یہ قضاء سے بھی اشد ہے جب اس سے تحذیر وارد ہے تو اسکی جرأت کب زیبا ہے اور مکرر کہتا ہوں کہ میرے اختیار کرنے سے دھوکہ نہ کھایا جاوے اس اختیار کرنے سے تو پورا پتہ لگا پس

ع من نکردم شما حذر بکنید + لیکن جو شخص اس مشورہ سے قبل اس زنجیر میں بندھ چکا ہو اسکے لئے ضرورت ہے کہ اس کے پورے حقوق ادا کرے اسی طرح ان متعدد بیبیوں پر بھی واجب ہے کہ نفس کا اتباع چھوڑ کر شریعت کو اپنا رہبر بناویں احکام شرعیہ کی تفصیل تو علماء کی مراجعت سے معلوم کرنا چاہئے اس مقام پر میں مشورہ کے درجہ میں ایک دستور العمل جو بعد تفصیل کے تین دستور العمل ہیں تینوں شخصوں کیلئے لکھتا ہوں۔

١ پہلا دستور العمل شوہر کیلئے

نمبر ۱۔ ایک بی بی کا راز دوسری سے نہ کہے۔ نمبر ۲ دونوں کا کھانا اور دونوں کا
رہنا بالکل الگ رکھے ان کا اجتماع آگ اور باروت کے اجتماع سے کم نہیں نمبر ۳۔
ایک دوسری کی شکایت ہرگز نہ سُنے نمبر ۴ ایک کی تعریف دوسری سے نہ کرے۔
نمبر ۵ غرض ایک کا تذکرہ نہ دوسری سے کرے نہ دوسری سے سُنے اگر ایک شروع
بھی کرے فوراً روک دے کہ اور کچھ بات کرو نمبر ۶۔ اگر ایک دوسری کی کوئی بات پوچھے
ہرگز نہ بتلاوے مگر خشونت نکرے لطف سے منع کر دے نمبر ۷۔ دینے لینے میں یہ شبہ
نہونے دے کہ ایک کو زیادہ دیدیا ہو اسکو صاف صاف ظاہر کر دے۔ نمبر ۸ باہر سے
آنے والی عورتوں کو سختی سے روکے کہ وہ دوسری جگہ کی حکایات و شکایات بیان نہ کریں
نمبر ۹۔ ایک کے ساتھ اپنی محبّت کا اظہار دوسری کے سامنے نکرے نمبر ۱۰ اور نہ
خوشامد میں ایک کے ساتھ کم محبتی کا دعویٰ دوسری کے سامنے کرے۔ نمبر ۱۱ اگر موقع ہو ۲۱
ایک سے ایسی روایت کر دے کہ دوسری تمھاری تعریف کرتی تھی۔ نمبر ۱۲ لطف سے اگر اسکی
تدبیر ہوسکے تو مفید ہے کہ ایک دوسری کے پاس ہدیہ وغیرہ بھیجا کرے۔

٢ دوسرا دستور العمل منکوحہ قدیمہ کیلئے

نمبر ۱۔ جدیدہ پر حسد نکرے۔ نمبر ۲ اُسپر طعن و تشنیع نکرے۔ نمبر ۳ بتکلف
جدیدہ کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے تاکہ اگر اسکے دل میں محبّت بھی نہو تو عداوت بھی نہو۔
نمبر ۴ شوہر سے کوئی ایسی بے تکلف گفتگو نہ کرے کہ شوہر کو اُس جدیدہ کے سامنے اُسکا ہونا
اسلئے ناگوار ہو کہ اُسکو یہ احتمال ہو کہ یہ جدیدہ بھی ایسی بے تمیزی نہ سیکھ لے۔ نمبر ۵ شوہر
سے جدیدہ کا کوئی عیب وغیرہ بیان نکرے کہ کوئی شخص اپنے محبوب کی عیب گوئی خصوصاً
رقیب کی زبان سے پسند نہیں کرتا۔ نمبر ۶ جدیدہ سے ایسا برتاؤ رکھے کہ اُسکی زبان.
اس قدیمہ کے سامنے ہمیشہ بند رہے۔ نمبر ۷ شوہر کی اطاعت و خدمت و ادب میں

اور بیشی کر دے تاکہ اس سے دل نہ اتر جاوے۔ نمبر ۸ اگر شوہر سے ادائے حقوق میں کچھ کمی بھی ہو جاوے تو جو کمی حد تکلیف تک نہ پہونچے اسکو زبان پر نہ لاوے اور اگر حد تکلیف تک ہو تو جس وقت مزاج خوش پاوے ادب سے عرض کر دے۔ نمبر ۹ جدیدہ کے اعزّا سے خوش اخلاقی و مدارات کا برتاؤ رکھے کہ جدیدہ کے دل میں گھر ہو۔ نمبر ۱۰ گاہ گاہ اپنا دن جدیدہ کو دیدیا کرے۔ کہ شوہر کے دل میں قدر بڑھے۔

تیسرا دستور العمل منکوحہ جدیدہ کیلئے

نمبر ۱ قدیمہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسے اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں نمبر ۲ شوہر پر زیادہ ناز نکرے اس گمان سے کہ میں زیادہ محبوب ہوں خوب سمجھ لے کہ قدیمہ سے جو تعلقات رفاقت ہیں جو کہ دل میں جاگزیں ہو چکے ہیں یہ نفسانی نیا جوش اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نمبر ۳ شوہر سے خود جدا رہنے سہنے کی درخواست نکرے نمبر ۴ اگر شوہر
جدا رکھنے لگے تب بھی گاہ گاہ قدیمہ سے ملنے جایا کرے قدیمہ کو دعوت وغیرہ کیلئے بلالیا کری ۲۲
نمبر ۵ شوہر کو سمجھاتی رہے کہ قدیمہ سے بے پروائی نکرے۔ نمبر ۶ اگر قدیمہ کچھ سختی یا طعن وغیرہ کرے تو اسکو ایک درجہ میں معذور سمجھکر معاف کر دے اور شوہر سے تو ہرگز شکایت نکرے نمبر ۷ قدیمہ کے عزیزوں کی خوب خدمت کرے۔ نمبر ۸ قدیمہ کی اولاد سے بالخصوص ایسا معاملہ رکھے کہ قدیمہ کے دل میں اسکی محبّت و قدر ہو جاوے نمبر ۹ ضروری امور میں قدیمہ سے مشورہ کرتی رہے کہ اُس کے دل میں قدر بھی ہو اور اُسکو تجربہ بھی زیادہ ہے۔ نمبر ۱۰ اگر اپنے میکہ میں جاوے قدیمہ سے خط و کتابت بھی رکھے۔ اشعار

ما نصیحت بجائے خود کردیم — روزگارے دریں بسر بردیم
گر نیاید بگوش رغبت کس — بر رسولاں بلاغ باشد و بس

والسلام علی من اتبع الہدیٰ والدعاء من وقی الہویٰ۔

وانا الفقیر (نام مجیب) ۲۶ و ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

دوسرا ضمیمہ ختم ہوا

ضمیمہ فہرست تحلیل بعض محرمات

اس سے پہلے کے دو ضمیمے فہرست تحریم بعض محللات کے تھے یہ تیسرا ضمیمہ اسکے مقابل کی فہرست یعنی تحلیل بعض محرمات کا ہے (جوکہ القاسم ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ میں شروع ہوکر صفر ۱۳۳۴ھ کے پرچہ کے آغاز میں ختم ہوگئی ہے) منجملہ ان کے ایک یہ صورت ہے کہ بعض لوگ رضاعی بھائی بہن خاص ان ہی کو سمجھتے ہیں جو ایک زمانہ میں ایک عورت کا دودھ پئیں اور مختلف زمانہ میں دودھ پینے والے بچوں کو ایک دوسرے کے لئے حلال سمجھتے ہیں سو یہ اعتقاد بالکل باطل ہے اس حرمت کیلئے زمانہ کا اتحاد و اختلاف سب برابر ہے منجملہ ان کے ایک یہ صورت ہے کہ اکثر لوگ لاوارث لڑکیوں کو جنکا کوئی ولی شرعی نہیں ہے پرورش کرکے اُن کے بلوغ کے قبل اپنی ولایت سے اُن کا نکاح کردیتے ہیں سو یہ نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوتا۔

تیسرا ضمیمہ ختم ہوا

۲۲۳

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ متعلق ولایت نکاح)

اس ولایت نکاح میں بھی مختلف کوتاہیوں کا وقوع شائع ہے اس لیے مختصراً اُن پر بھی متنبہ کرنا ضروری ہے وھی ھٰذہ ایک کوتاہی تو وہی ہے جو ابھی قریب اوپر ضمیمہ ثالثہ میں لاوارث نابالغ لڑکی کے نکاح کردینے کے مضمون میں مذکور ہوئی ہے ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض جگہ باتباع رسم و عرف کے سبب ولی اقرب کو ولی ابعد کے سامنے بیکار سمجھتے ہیں مثلاً ایک نابالغ لڑکی کا ایک بالغ بھائی ہے اور ایک چچا تو چچا اپنے کو بڑا سمجھکر اس بھائی کا کچھ دخل نہیں سمجھتا اور اپنے کو مختار مستقل سمجھکر اپنی ولایت سے اُسکا نکاح کردیتا ہے اور اس سے اجازت حاصل نہیں کرتا بلکہ بعض جگہ اُسکی ناراضی کی حالت میں بھی جبراً نکاح کردیتا ہے

حالانکہ شرعاً اس صورت میں بدون بھائی کی صریح اجازت کے نکاح درست نہیں ہوتا۔

اس رسم کا اثر لڑکی کے نکاح کے بارہ میں ماں پر خاص طور پر ہوتا ہے کہ خود ماں بھی اپنے سامنے کسی کو مختار نہیں سمجھتی خصوص عصبات کو (جو کہ اس کے حق میں ماں پر شرعاً مقدم ہیں) یہ جاہل ماں اپنے سے مقدم تو کیا مؤخر بھی نہیں سمجھتی یعنی اُن کا بالکل حق ہی نہیں سمجھتی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ماں کا حق ولایت اُس وقت ہے جب عصبات میں سے کوئی نہو ایک کوتاہی جسمیں بعضے نیم ملاں بھی گرفتار ہیں یہ ہے کہ باپ کی ولایت کو اس کے ساتھ مشروط سمجھتے ہیں کہ وہ اس نابالغہ کی خدمت اور پرورش بھی کرتا ہو ورنہ اگر وہ کسی عذر سے بی بی کے ساتھ ناچاقی کی وجہ سے اُسکی پرورش میں کوتاہی کرے تو اُسکی ولایت کو ساقط سمجھتے ہیں گو بلا عذر اولاد کا حق ضائع کرنا معصیت ہے لیکن معصیت سے ولایت نکاح تو سلب نہیں ہوتی اور سوء اختیار کی صورت جو فقہائے لکھی ہے وہ اور بات ہے کوتاہی اُس سوء اختیار میں داخل نہیں ہمارے وطن میں ایک زاعم علم نے عجیب مضمون لکھا تھا اور لطف یہ ہے کہ ایک مجمع میں اس کا اعلان بھی کیا مگر نظر رد سے سُنا گیا وہ یہ لکھا تھا جب معصیت سے ولی اللہ کی ولایت زائل ہو جاتی ۲۴۳
ہے تو ولی النکاح کی ولایت کیونکر زائل نہو جاوے گی یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ دیکھو نماز ایک تعلق ہے عبد اور رب کے درمیان میں اور وہ نقض وضو سے باطل ہو جاتی ہے تو نکاح جو کہ ایک تعلق ہے عبد اور عبد میں تو وہ نقض وضو سے کیونکر باطل نہ ہو جاوے گا یاد رکھنا چاہیئے کہ دین کے لئے محض رائے کافی نہیں حجت شرعیہ کی حاجت ہے اور اس تقریر کا حجت شرعیہ نہونا ظاہر ہے۔

ایک کوتاہی اس سے بھی بڑھکر ہے کہ جس شخص کو کبھی اور کسی درجہ میں بھی حق ولایت نہیں وہ اپنے کو ولی نکاح کہتا ہی چنانچہ اکثر جگہ سوتیلے باپ کو (یعنی جسکی ساتھ کسی لڑکی کی ماں نے نکاح ثانی کر لیا ہو اُسکو) ولایت نکاح کا دعوی کرتے ہوئے بلکہ اسی ولایت مزعومہ کی بنا پر نابالغہ کا نکاح کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے حالانکہ یہ شخص ولی البعد بھی نہیں البتہ اگر کسی صورت میں ماں کو حق ولایت ہو یعنی جبکہ عصبات میں سے کوئی نہو اور ماں اپنی طرف سے اس اپنے شوہر کو وکیل نکاح کر دینے کا بنا دے تو وکالت کی بنا پر البتہ اسکو اس نکاح کا اختیار حاصل ہو جاویگا اور بدون اسکے یہ کوئی چیز نہیں۔

(باقی آئندہ)

ضمیمہ تتمہ رابعہ امداد الفتاوی متضمنہ لبعض فتاوی مرقومہ مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

چونکہ مولانا موصوف کو صاحب الفتاوی سے تعلق استفادہ بھی ہے اور نیز صاحب الفتاوی نے ان جوابوں کو پسند بھی کیا ہے ان دونوں حیثیتوں سے ان جوابوں کو صاحب فتاوی کے امداد الفتاوی کا ضمیمہ بنایا جاتا ہے جیسا اسکے قبل بھی مولوی صاحب کی ایک ایسی ہی تحریر تتمہ ثالثہ کا ضمیمہ اسی پرچہ الامداد میں بنائی جاچکی ہے (نائب مدیر)

سوالات

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین صورت مسئولہ میں کہ رویت ہلال صیام رمضان میں اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں اور تاج تبریزی نے جو چوبیس فرسخ کا اعتبار کیا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں اور ام الفضل کی حدیث میں حضرت ابن عباسؓ نے ملک شام کی رویت ہلال کا مدینہ میں کیوں اعتبار نہیں کیا۔ ۸۷

(۲) امام زفر کا قول مقیم وتندرست کو بلانیت روزہ جائز ہونا مفتی بہ ہے یا نہیں۔

(۳) فتح القدیر میں ہے کہ تراویح مع وتر کے گیارہ رکعت سنت ہے باقی مستحب یہ صحیح ہے یا نہیں اور حضرت عائشہؓ کے گیارہ رکعت والی روایت کا کیا جواب ہے۔

(۴) وتر کا پہلا قعدہ واجب ہے یا نہیں فتاوی سراجیہ میں ہے کہ وتر کے قعدۂ اولیٰ کے ترک سے نماز فاسد ہوگی یہ صحیح ہے یا نہیں اور اسکے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں جلوس نہیں فرمایا صحیح ہے یا نہیں اور وتر کا قعدہ اولیٰ کسی صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

(۵) تراویح کے بعد سورہ تبارک پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں۔

(۶) صدقۂ فطر میں جوار اور چاول ایک صاع دینا درست ہے یا نہیں۔
(۷) اسّی روپیہ کے حساب سے صدقۂ فطر میں گیہوں کتنے سیر دیئے جاویں مجمع البحار میں ہے کہ صاع چار مد کا ہے اور مد ایک رطل اور ثلث رطل عراقی کا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں اور رطل عراقی کتنے تولہ کا ہوتا ہے۔
(۸) حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ صلوٰۃ عیدین میں اہل مکہ و مدینہ کے نزدیک زائد تکبیر بارہ ہے اور اہل کوفہ کے نزدیک نو ہے اور زائد تکبیر کی روایت پر عمل کرنا اولی ہے اور برہان حلبی میں ہے کہ عید الفطر میں بارہ تکبیر اور عید الاضحی میں نو تکبیر پر عمل کرنا افضل ہے یہ صحیح ہے یا نہیں۔
(۹) عید کے بعد دو خطبہ احادیث سے ثابت ہیں یا نہیں۔
(۱۰) عیدین کے خطبہ میں تعداد تکبیر کی ہے یا نہیں۔
(۱۱) عید الفطر میں آمد و رفت کے وقت تکبیر جہر سے کہے یا آہستہ مفتی بہ قول کیا ہے۔
(۱۲) عورتوں کو عید گاہ میں لیجانا درست ہے یا نہیں فقہاء منع کرتے ہیں تو ام عطیہ کی حدیث کا کیا جواب ہے۔ ۸۸
(۱۳) قربانی ایک بکری کی کل اہلبیت کی طرف سے درست ہے یا نہیں فقہاء منع کرتے ہیں تو احادیث سے صحابہ کے عملدرآمد کی کیا وجہ ہے یہ سوالات ایک غیر مقلد کے احناف پر ہیں امید کہ مبین و مدلل جوابات تحریر فرمایئے۔

السائل مولوی محمد یوسف مدرس مدرسہ اسلامیہ لاجپور علاقہ اچھین ضلع سورت

الاجوبہ

(۱) ہمارے نزدیک اختلاف مطالع کا بالکل اعتبار نہیں ہے اسلئے کہ اختلاف مطالع کے اعتبار میں سخت حرج ہے کما ھو ظاہر و ھو مدفوع بقولہ تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج و بقولہ علیہ السلام انا امۃ امیۃ لا نکتب و لا نحسب الخ رواہ البخاری ص ۲۵۶ بلکہ ہمارے پاس دار و مدار ثبوت رویت پر ہے لقولہ علیہ السلام اذا رایتم الھلال فصوموا و اذا رایتموہ فافطروا رواہ البخاری ص ۲۵۵ شارع نے صوم اور افطار کو رویت ہلال پر

معلق فرمایا ہے اور یہ تو ہے نہیں کہ سب دیکھیں اور جو نہ دیکھے اسپر عمل واجب نہو ورنہ شہادت اور اخبار سے چاند کا ثبوت نہونا اس سے ظاہر ہے کہ مراد تحقق رویت ہے اور رویت کا تحقق شہادات اور اخبار معتبرہ سے ہوسکتا ہے اور شارع علیہ السلام کا ثبوت ہلال میں شہادت کا اعتبار کرنا اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کما لایخفی اب دیکھنا یہ ہے کہ مخاطبین بقولہ اذا رایتم الہلال کیلئے رویت یا عدم رویت میں کسی قطر یا بلد کی تحدید شارع سے ثابت ہے یا نہیں جہانتک دیکھا جاتا ہے کہیں تحدید ثابت نہیں بلکہ حدیث انا امۃ امیۃ ثبت ضد ہے اور جس سے جو کچھ تحدید ثابت ہے وہ تخمین اور رائے سے ہے اور اُن سب نے نص مطلق کے تقیید اپنے ظن سے کی ہے اُنکو چاہیے تھا نص رویت کے تقیید کسی نص صریح صحیح سے کرتے نہ کہ ظن اور تخمین سے اختلاف مطالع کے ثبوت میں ان حضرات کا امور محتملہ سے استدلال جای استعجاب ہے ہمارے پاس تو نص مطلق صریح غیر خفی کافی موجود ہے دکفی بہ سندا اس کے مقابلہ میں اُن کو بھی دلیل صریح لانا چاہیے اور ابن عباس کا رویت اہل شام کو اعتبار نکرنا ممکن ہے اسوجہ سے ہو کہ غیم نہو اس لئے واحد کی شہادت کو حجت نہ سمجھا ہو واذا جاز الاحتمال بطل الاستدلال اور تاج تبریزی کا قول بھی تخمین ہی تخمین ہے کہ چوبیس فرسخ کی بعد اختلاف مطالع معتبر ہے۔ ۸۹

(۲) امام زفر کا قول مفتی بہ نہیں ہے ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی نیۃ ولو صحیحا مقیما تمییزا للعبادۃ عن العادۃ وقال زفر ومالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوٰۃ قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوٰۃ درمختار جلد دوم ص ۸۷

(۳) صاحب فتح القدیر کی یہی رای ہے اور وہ مجتہد فی المذہب تھے ممکن ہے اُن کا قول صحیح ہو لیکن مشہور عند المشائخ بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے اور حدیث عائشہ صدیقہ رض ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یہ اُن کی اور ایک روایت کا مخالف ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین رواہ البخاری ص ۱۵۶ ونیز حدیث مشہور ابن عباس کی جو بارہ رکعت والی ہے اسکی بھی مخالف ہے پس اگر تطبیق دیجئے کہ کبھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور کبھی تیرہ رکعت اور غالب گیارہ رکعت تو گنجایش ہے مگر اس سے زیادت کی نفی لازم نہیں آتی ہے ونیز قیام اللیل جو تمام سال کی نماز ہے اسمین گیارہ سے زائد ہونا قیام رمضان کا بیس رکعت

ہونیکے منافی نہیں ہے ممکن ہے کہ رمضان میں بیس رکعت پڑھی ہوں گو دو تین دن ہی سہی بلکہ غور کیجئے تو ظاہر ہوگا کہ بیس رکعت بھی مرفوعاً ثابت ہیں حکماً فی نخبۃ الفکر للعلامۃ ابن حجر ومثال المرفوع حکما لا تصریحا ما یقول الصحابی الذی لم یأخذ من الاسرائیلیات ما لا مجال للاجتہاد فیہ الخ ومثال المرفوع فعلا ان یفعل الصحابی ما لا مجال للاجتہاد فیہ فینزل علی ان ذلک عندہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما قال الشافعی فی صلوٰۃ علی کرم اللہ وجہہ فی الکسوف فی کل رکعۃ اکثر من رکعتین اھ مقادیر رکعات کا ما لا مجال للاجتہاد فیہ ہونا تو ظاہر ہے اور عمر بن الخطاب رضؓ ایسے خلیفہ راشد اور مشدد فی الروایۃ کا اُسپر جمع کرنا اور صحابہ کرام کا اُسکو تلقی بالقبول کرنا یقیناً مرفوع حکمی ہے پس بیس رکعت تراویح بھی مرفوع ہے اور مواظبت تقدیری کی وجہ سے سنت موکدہ ہے اسلئے بیسوں رکعت کا سنت موکدہ ہونا ظاہر ہوا ھذا ما خطر ببالی فان صح فمن اللہ سبحانہ والا فمن الشیطان ومن نفسی

(۴) امام صاحب کے نزدیک وتر واجب ہے بس اُسکا حکم مثل صلوٰۃ مغرب کے ہے جسمیں پہلا قعدہ واجب ہے واجبات کی تعداد میں درمختار مصری صـ ۳۱۴ ج اول میں ہے والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور ترک واجب سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ عمداً ترک کرنے سے اعادہ واجب ہے اور سہواً ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب اور سجدہ سہو نکرنے سے اعادہ واجب ہے فی الدر المختار صـ ۳۰۶ ولہا واجبات لا تفسد ترکہا وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اھ پس صاحب سراجیہ کا کہنا لو ترک القعدۃ الاولیٰ لا تفسد اھ صـ ۲۷ کلکتہ صحیح ہے اور مذہب امام پر مبنی ہے اور صاحبین کے نزدیک وتر سنت ہے اس لئے بصورت قعدہ اولیٰ جب تک رکعت ثالثہ کو مقید بالسجدہ نکیا ہو لوٹنا واجب ہے فی الدر المختار صـ ۴۹۹ سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا اما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدۃ ثم تذکر عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی الشامیۃ صـ ۴۹۹ کالوتر فلا یعود فیہ اذا استقم قائما وعلی قولہما یعود لانہ من النفل اور عائشہ رضؓ سے غیر کتب ستہ میں اگر رکعتیں وتر میں نہ بیٹھنا ثابت ہی ہو لیکن صحاح ستہ میں تو رکعتیں پر بیٹھنا ثابت ہے تو ضیح ۹۰

لـہ ماشاء اللہ یہ جواب لاجواب ہے بارک اللہ فی فہمکم ۱۲ مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہ۔

اسکی یہ ہے کہ عائشہ صدیقہ سے وتر کے متعلق روایات مختلفہ وارد ہیں کہیں تیرہ کہیں گیارہ کہیں تو کہیں سات یہاں پر تہجد کو وتر کہا ہے تسمیة للشی باسم تمامه کما صرح به الترمذی عن اسحاق بن ابراہیم اور ایک وہ وتر ہے جو عشا کے بعد پڑھتے ہیں جسکو امام صاحب واجب کہتے ہیں اور لوگ سنت اسمیں عائشہ صدیقہ سے تین رکعت وتر ثابت ہے یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلثا رواه البخاری ص ۱۵۴ ابن عمر سے اس وتر میں دو رکعت پر بیٹھنا اور سلام پھیرنا ثابت ہے ان عبد الله بن عمر کان یسلم بین الرکعة والرکعتین فی الوتر حتی یامر ببعض حاجته رواه البخاری ص ۱۳۵ اسی کے مطابق عائشہ رض سے بھی ایک روایت ہے قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی بین ان یفرغ من صلوة العشاء الی الفجر احدی عشرة رکعة یسلم فی کل اثنین ویوتر بواحدة ابن ماجه ص ۲۷ اور ایک روایت ہے نسائی میں ص ۲۴۸ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر اھ لا یجلس نہیں کہا بلکہ نفی سلام کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیٹھتے تھے لیکن سلام نہیں پھیرتے تھے۔ یہ حدیث مرفوع متصل السند ہے اور یہی ارجح ہے جسکی تائید دوسری ایک روایت نسائی سے جو سعد بن ہشام سے مروی ہے ہوتی ہے قالت کان الی قوله لا یجلس الا فی الثامنة والتاسعة ولا یسلم الا فی التاسعة رواه النسائی اسمیں صرف جلوس وتر کا بیان ہے اسلئے کہ سعد بن ہشام نے صرف حقیقۃ وتر سے سوال کیا تھا حیث قال حدثنی عن وتر رسول الله صلی الله علیه وسلم اس سے ظاہر ہے کہ ساتویں رکعت میں نہیں بیٹھتے تھے اسلئے کہ اول وتر ہے اور اٹھویں میں بیٹھتے تھے اسلئے کہ وتر کی دوسری رکعت ہے اور نویں میں بیٹھتے اور سلام پھیرتے تھے اسلئے کہ وتر کی تیسری رکعت ہے فی العینی ص ۴۰۹ جلد ۳ فان قلت قد صرحت فی الصورة الاولی لقولها لا یجلس الا فی الثامنة ولا یسلم الا فی التاسعة وصرحت فی الصورة الثانیة لقولها لم یجلس الا فی السادسة والسابعة ولم یسلم الا فی السابعة قلت هذا الاقتصار منها علی بیان جلوس الوتر وسلامه لان السائل انما سأل عن حقیقة الوتر ولم یسأل عن غیره فاجابت مبینة لما فی الوتر من الجلوس علی الثانیة بدون سلام والجلوس ایضا علی الثالثة بسلام وهذا

91

عین مذہب ابی حنیفۃ وسکتت عن جلوس الرکعات التی قبلہا کما ان السوال لم یقع عنہا فجوابہا قد طابق سوال السائل غیر انہا اطلقت علی الجمیع وترا فی الصورتین لکون الوتر فیہا اھ۔

(۵) تراویح کے بعد تبارک الذی پڑھنا میری نظر سے نہیں گذرا۔

(۶) اصل حکم یہ ہے کہ غیر منصوص سے اگر فطرہ ادا کیا جائے تو منصوص علیہ کی قیمت کے حساب سے ادا کرنا چاہیے فی الدر المختار ص۷۷ ومالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اھ مثلا نصف صاع گیہوں کی قیمت سے جس قدر جوار یا چاول ملے وہ دیجئے۔ باقی آپکو اختیار ہے کہ اللہ کی راہ میں جس قدر ہو سکے دیجئے فمن تطوع خیرا فہو خیر لہ اھ

(۷) حساب لگانے سے صاع عراقی اسی روپیہ سیر کے حساب سے تین سیر ساڑھے آٹھ چھٹانک ہوتا ہے پس نصف صاع تقریبا پونے دو سیر ہوگا اور مجمع البحار میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے صاع عراقی صاع حجازی سے بڑا ہے جیسا مشہور ہے مگر حسب تصریح علامہ شامی کچھ فرق نہیں فی الشامیۃ
ص۷۶ اعلم ان الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالدراہم ۹۲
مائتان وستون درہما وبالاستار اربعون والاستار بکسر الہمزۃ بالدراہم ستۃ ونصف وبالمثاقیل اربعۃ ونصف کذا فی شرح درر البحار فالمد والمن سواء کل منہما ربع صاع رطلان بالعراقی والرطل مایۃ وثلثون درہما وفی الزیلعی والفتح اختلف فی الصاع فقال الطرفان ثمانیۃ ارطال بالعراقی وقال الثانی خمسۃ ارطال وثلث قیل لاخلاف لان الثانی قدرہ برطل المدینۃ لانہ ثلثون استارا والعراقی عشرون واذا قابلت ثمانیۃ بالعراقی بخمسۃ وثلث بالمدینی وجدتہما سواء وھذا ھو الاشبہ الخ اور درہم چار آنہ چار پائی تقریبا ہے اب حساب لگا لیجئے کہ رطل عراقی کے تولہ ہوتا ہے واللہ اعلم

(۸) تکبیرات زوائد کے متعلق حدیثیں دونوں طرح وارد ہیں سات اور پانچ کی روایت بھی کئی صحابہ سے ہے اور تین تین کی روایت عبداللہ بن مسعود و ابو موسی اور حذیفہ بن الیمان رض سے ابوداؤد ص۱۶۳ میں مروی ہے ان سعید بن العاص سال ابا موسی الاشعری وحذیفۃ بن الیمان کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر فی الاضحی والفطر فقال ابو موسی کان یکبر اربعا

تکبیرۃ علی الجنائز فقال حذیفۃ صدق فقال ابو موسی کذلک کنت اکبر فی البصرۃ حیث کنت علیہم اھ وفی فتح القدیر ص۴۳ ج ۲ کان ابن مسعود جالسا وعندہ حذیفۃ وابو موسی الاشعری فسالہم سعید بن العاص عن التکبیر فی صلوۃ العید فقال حذیفۃ سل الاشعری فقال الاشعری سل ابن مسعود فانہ اقدمنا واعلمنا فسالہ فقال ابن مسعود یکبر اربعا ثم یقرء ثم یکبر فیرکع ثم یقوم فی الثانیۃ فیقرأ ثم یکبر اربعا بعد القراءۃ اھ اور ترمذی میں بھی عبد اللہ بن مسعود کی روایت کو نقل کیا ہے پس صاحب حجۃ اللہ البالغہ کے پاس اگر کسی وجہ سے زوائد تکبیر بارہ راجح ہوئی ہوں ہو سکتا ہے ہمارا مذہب بھی مرجوح نہیں اسلئے کہ ایک ہی مجمع میں تین صحابی فقیہ نے تکبیرات ستہ زائدہ کو تسلیم کیا ہے اور عیدین کا حکم یکساں ہے یعنی دونوں میں چھ چھ تکبیرات زوائد ہیں۔

(۹) دو خطبہ عیدین کا ثبوت سنن ابن ماجہ ص۹۳ میں ہے ابو الزبیر عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فطر او اضحی فخطب قائما ثم قعد قعدۃ ثم قام اھ اور بخاری سے بھی ص۱۳۳ میں دو خطبہ کا استیناس ہوتا ہے عن عبد الرحمن بن عابس قال خرجت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹۳ یوم فطر او اضحی ثم خطب ثم اتی النساء فوعظہن وذکرہن وامرہن بالصدقۃ الخ بلکہ امام بخاری نے باب الخطبۃ بعد العید میں صرف ثم اتی النساء ومعہ بلال پر اکتفا کیا ہے اور اس تذکیر کو بھی خطبہ میں شمار کیا ہے پس دو خطبے ثابت ہوئے ترمذی کی عادت ہے حدیث ضعیف کو نقل کر کے والعمل علی ہذا عند اہل العلم فرماتے ہیں جس سے حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے دو خطبہ عیدین میں عمل مستفیض تو اس طور پر ہے کہ کسی اہل مذہب نے خلاف نہیں کیا پس یہی کافی ہے بالخصوص جب موید بالحدیث الصحیح بھی ہے۔

(۱۰) عیدین کے خطبہ میں تکبیرات کی کوئی تحدید نہیں ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکبر بین اضعاف الخطبۃ یکثر التکبیر فی خطبۃ العیدین ابن ماجہ ص۹۲ فی الشامیہ ص۵۶۱ لیس للتکبیر عدد فی ظاہر الروایۃ اور اول خطبہ میں نو تکبیر اور دوسری میں سات کو در مختار میں سنت کہا ہے یہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر نہیں ہوتا ہے۔

(۱۱) مفتی بہ عید الفطر میں یہ ہے کہ تکبیر آہستہ کہے کما صرح بہ صاحب فتح القدیر۔

(۱۲) احادیث سے عورتوں کا مساجد اور مصلی میں جانے کی اجازت ثابت ہوتی ہے ام عطیہ کی

حدیث صاف ہے اور بخاری ص۱۱۹ میں یہ بھی ایک روایت ہے اذا استاذنکم نساؤکم بالليل فاذنوا هن اھ اس سے ظاہر ہے کہ پیشتر جسقدر باطلاق اور وسعت تھی اسمیں کمی ہو رہی ہے کہ رات کو اجازت مانگیں تو آنے دو اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ زینت کر کے عورتیں باہر نہ نکلیں مجھے یاد پڑتا ہے کہ بعض روایتوں میں زینت کر کے نکلنے والی عورتوں کو زانیہ فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عید دن کو ہوتی ہے اور ہے یوم الزینۃ پس ضرور عورتیں بناؤ سنگار سے نکلینگی اور صحابہ کے زمانہ ہی میں فتنہ فاش ہو گیا تھا فی البخاری ص۱۲۰ لو ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل فقلت لعمرۃ او منعن قالت نعم اھ پس اگر ایک جانب احیای سنت غیر موکدہ ہے تو دوسری جانب اماتت غیرت اور تعریض للفتنہ ہے اور اقامت سنت میں جب احتمال فتنہ غالب ہو تو دفع فتنہ ضروری ہے حضرت کا تعمیر کعبہ از سر نو سے رک جانا صرف اسلئے کہ عوام میں فتنہ پھیلیگا سند کافی ہے اسلئے حقیقی متبعین سنت نے عورتوں کا مجامع میں جانا یکقلم بند کر دیا ہے ایام محرم میں جو فتنے برپا ہوتے ہیں وہ عیاں ہے اگر کسی کو شبہ ہو تجربہ کر کے دیکھ لے۔

(۱۴۳) بخاری ص۳۴۱ میں ہے ثم عدل عشرۃ من الغنم بجزور ایک اونٹ اور دس بکری برابر ہے ۹۴
اوائل میں ایک اونٹ میں دس آدمی قربانی کر سکتے تھے پھر سات میں تحدید ہو گئی حدیبیہ کے حدیث مشاہدہ ہو پس اونٹ کہ بکری سے دہ چند ہے اسمیں تو تحدید ہو اور بکری میں پچاسوں شریک ہو جائیں یہ عجب نہیں تو کیا ہے اصل بات یہ ہے کہ اوائل زمانہ نبوی عسرت کا تھا گھر کا مالک ہی متمول ہوتا تھا اور لوگ اسکے عیال اور دست نگر۔ مالک نے کیا تو سب اس سے متمتع ہوئے تو گویا تمام اہلبیت کی طرف سے کفایت ہوئی پھر جب اللہ نے وسعت دی تو ہر مستطیع پر واجب یا سنت ہوا کہ قربانی کرے ابن ماجہ میں ہے من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا اور صحابہ کا عمل مختلف ہے بعض جائز سمجھتے تھے اور بعض ناجائز پس احسن الاقوال کا اختیار کرنا مناسب بلکہ ضروری ہے قال اللہ تعالیٰ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ بخاری ص۵۳ میں ہے کہ مختلف اقوال میں احوط کا اخذ کرنا انسب ہے حتی یخرج من اختلافھم واللہ اعلم

کتب ھذہ الاجوبۃ

محمد اسحاق عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

اجاد فی الجواب
محمد ناظر حسن مدرس مدرسہ عالیہ

نعم الجواب
اشرف علی ۲۰ ذی الحجہ ۳۴ھ

(حال) بحمد اللہ جو بیشتر اکثر خیال محویت وغیرہ کا ہوتا تھا اُس کا اب مطلق خیال نہیں ہے اور یہ رباعی میر درد صاحب کی باعث تسکین قلب ہے ۵ رباعی

ہر چند نشد دل ز حقیقت آگاہ — پائے طلبش ہست ہماں بر سرِ راہ

یارب تو زخود نشاں دہی یا ندہی — ما ایم ہمیں نام تو اللہ اللہ

خدا کا بے انتہا اس بندہ پر فضل ہے کہ اب کسی امر کی خواہش بجز رضائے مولیٰ دل میں پیدا نہیں ہوتی۔

(تحقیق) یہ علامت ہے حقیقت شناسی کی مبارک ہزار بار مبارک۔

(حال) اور نہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ معمولات کچھ قابل قدر ہیں۔

(تحقیق) بالکل صحیح ہے مگر یہ بقدری صرف اس حیثیت سے ہے کہ ہمارا عمل ہے اور دوسری حیثیت سے بہت زیادہ قابل قدر اور نعمت عظمیٰ ہے یعنی اس حیثیت سے کہ خدا تعالیٰ کا عطیہ اور اُن کی توفیق ہے۔ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

۷۹ (حال) بفضلہ تعالیٰ معمول بقید اوقات جاری ہیں مگر موت کا اسقدر خوف رہتا ہے کہ حواس گم ہو جاتے ہیں ہر چند کہ ارحم الراحمین کی رحمت پر بھروسہ کیا جاتا ہے تاہم حالت خوف کی غالب رہتی ہے لہذا گذارش ہے کہ اس بارہ میں جو ارشاد ہو وہ کیا جاوے۔

(تحقیق) یہ حالت فی نفسہ مذموم نہیں یہ اثر ہے خشیت حق تعالیٰ کا جو کہ سراسر محمود ہے البتہ اسکے ساتھ کسی قدر ضعف قلب کی بھی آمیزش ہے اُس کا طبی علاج کرنا چاہئے میرا رسالہ شوق وطن بار بار دیکھنا بھی مفید ہوگا۔

(حال) اور اُسوقت اپنی زندگی بہت عزیز معلوم ہوتی ہے۔

(تحقیق) یہ اُسی کی فرع ہے کوئی مستقل حالت نہیں۔ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

اطلاع } بقیہ حصہ رابعہ تربیۃ السالک کا انشاء اللہ تعالیٰ مستقلاً شائع ہوگا اب سنہ بدلنے سے حصہ خامسہ بابت مضامین ۱۳۳۶ھ شروع ہوتا ہے *

تربیۃ السالک حصہ پنجم از ۱۳۳۵ھ

(ملاحظہ ہو تمہید حصہ دوئم)

(حال) جس وقت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور امام قرأت شروع کرتا ہے اُسوقت میرے قلب سے درود شریف خود بخود جاری ہوتی ہے کچھ حرج تو نہیں ہے جب میں اکیلے پڑھتا ہوں اسوقت یہ امر پیش نہیں آتا۔

(تحقیق) کچھ حرج نہیں مگر زبان سے نہ پڑھیں۔ ۳ محرم ۳۵ھ

(حال) ماوانا وملجانا حضرت مولانا صاحب دامت برکاتکم وفیوضکم علینا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خادم خداوند تعالیٰ شانہ کے فضل سے اور حضرت کی برکت سے بقدر استطاعت اتیان ماموراتِ واجتناب عن المنہیات پر مستقیم ہے اور اپنے معمولات بھی بفضلہ تعالیٰ استقامۃ سے پورے کئے جاتا ہوں الحمد للہ علیٰ ذالِک۔

(تحقیق) اللہ تعالیٰ توفیق رفیق رکھے۔ ۸۰

(حال) اور حضرت کی تقریر تحریر سے کشف وکرامت کا غیر مفید بلکہ خطرناک ہونا معلوم کرکے اُسکی خواہش بالکل دل سے نکل گئی نہ یہ چیزیں مجھ میں ہیں نہ اِن کی مجھے ہوس ہے مگر ایک روز کا واقعہ جسکا عرض کرنا اپنی سمجھ کے موافق مفید سمجھتا ہوں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ جس زمانہ میں حضرت کی طبیعت کچھ ناساز رہا کرتی تھی اور بخار آیا کرتا تھا ایک روز بعد نماز عصر حضرت کے چہرۂ مبارک پر اضمحلال دیکھکر خادم کی طبیعت بہت ہی مضمحل ہوئی اور نماز سے فارغ ہوکر میدان میں چلا گیا اور سجدہ میں گر کر جہاں تک عاجزی اور زاری اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں کر سکا کی، اور دعا مانگی کہ اللہ میرے ماوی اور میرے ملجا کو جلد صحت فرما دعا سے فارغ ہوکر مسجد کی طرف چلا عیدگاہ کے پورب طرف جب آیا دل سے یہ صدا جاری ہوگئی اور پے در پے یہ آواز آنے لگی کہ حضرت اچھے ہوگئے اب انشاء اللہ دورہ نہ آئیگا چنانچہ اُسکے بعد حضرت کو دورہ نہ آیا اور روز بروز چہرہ مبارک سے بشاشت ظاہر ہوتی رہی۔ الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

(تحقیق) یہ ایک نعمت تھی جسپر شکر واجب ہے اور بطر ناجائز جسمیں اکثر خامکاران طریقت مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(حال) راستہ وغیرہ میں کہیں نگاہ بد کا موقع ملتا ہے تو اپنے دل سے یوں کہتا ہوں کہ اگر تو اپنے کو نگاہ بد سے بچالے تو تیری بہت بڑی کرامت یہی ہے، بلکہ لاکھ کرامتیں اسپر قربان کر دی جائیں تو سزاوار ہے اور عوارف کا یہ قول یاد آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت طلب کرتے ہیں اور ہم کرامت کے پیچھے پڑے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ بہت سہولت سے بچالیتا ہوں ان خیالات کی تصحیح فرمادیں۔

(تحقیق) بالکل صحیح ہے اللہ تعالیٰ علم و فہم میں زیادہ برکت فرماوے۔

(حال) اور شیخ کی وہ عادتیں جو طبعی ہیں اس میں اگر مرید اتباع کرے تو باعث اجر ہی یا نہیں

(تحقیق) اجر کی کوئی وجہ نہیں۔

(حال) اور مفید ہے یا نہیں۔

(تحقیق) بلا واسطہ تو مفید نہیں اور بواسطہ مفید کہ مؤثر ہے محبّت میں یا اثر ہے محبت کا اور محبت کا مفید ہونا ظاہر ہے۔ ۸۱

(حال) اور شرعاً کچھ مخالفت تو نہیں۔

(تحقیق) مخالفت کی بھی کوئی وجہ نہیں البتہ اسمیں ایسا انہماک کہ دوسری ضروریات میں مخل ہو مضر ہے۔

(حال) اور اس سے رسول اللہ صلعم کے ساتھ برابری کرنے کا شبہ تو نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلعم کے حرکات و سکنات میں اتباع کرنے میں اجر ہے اور صحابہ بوجہ محبّت عادات طبعیہ میں بھی کرتے تھے۔

(تحقیق) اوپر اجر کی نفی لکھی گئی ہے اب شبہ نہیں رہا۔

(حال) خلاصہ یہ ہے کہ میری طبیعت بھی چاہتی ہے کہ جیسے آپ چلتے ہیں ویسے چلوں اور جیسے آپ گردن مبارک کو بائیں طرف کبھی کبھی سینہ کی طرف جھکا دیتے ہیں اسی طرح جھکاؤں اور جیسے آپ ڈاڑھی آدھی بھاڑ کر رومال سے پوچھتے ہیں پوچھوں اور نماز سے

فارغ ہو کر جب حضرت منہ پھیر کر بیٹھتے ہیں تو ہاتھ سے کرتہ بعض دفعہ ہٹایا کرتے ہیں ہٹایا کروں
یہ سب ادائیں مجھے بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اگر کچھ ہرج نہو تو اجازت فرما دیں اور اللہ تعالے
سے دعا کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ اپنے فضل سے مجھ میں اخلاق اور عادات اور طرز اور انداز حضرت
کا پیدا کر دے حضرت بھی دعا فرما دیں۔ حضرت کی روش کی محبوبیۃ یہانتک بڑھی ہوئی ہے کہ
جو وظائف میں نے حضرت سے اپنی طرف سے اجازت لیکر پڑھنا شروع کئے تھے اب یوں جی
چاہتا ہے کہ سب چھوڑ دوں اور جو حضرت پنجگانہ نماز کے بعد پڑہا کرتے ہیں وہی میں بھی پڑھا
کروں اور بڑے بڑے معمولات بحالہا باقی رکھوں اسمیں حضرت کیا فرماتے ہیں اور دعای حزب البحر
ہر نماز کے بعد پڑھتا تھا اسے بھی ایک ہی دفعہ پڑھنا چاہتا ہوں اس سے اس وجہ سے دل اٹھ گیا
کہ حضرت نے فرمایا میں نہیں پڑھتا اسوجہ سے کہ اسکے پڑھنے والوں کو لوگ بزرگ جانتے ہیں اور
جس سے بزرگی ٹپکے اور وہ شرعاً ضروری نہو تو میں اسے پسند نہیں کرتا اسکے متعلق بھی میرے
مناسب جو ہو ارشاد فرمائیں اور اگر حضرت کے معمولات جو پنجگانہ نماز کے بعد پڑھتے ہیں میرے لئے
مناسب ہوں تو ایک پرچہ پر لکھ دیں یا جہاں یہ آپ کے معمولات مذکورہ لکھے ہوں اس سے ۸۲
مطلع فرما دیں کیا کروں حضرت کو تکلیف نہ دیتا مگر طبیعت میں بہت دنوں سے یہ تقاضا ہو رہا
ہے اس وجہ سے یہ تکلیف دی معاف فرمائیگا۔

(**تحقیق**) میرے نزدیک یہ انہماک ہے۔

(**حال**) اب کچھ خواب عرض کرتا ہوں تعبیر سے سرفراز فرمائیں۔ (۱) قیلولہ کے وقت بعد
ذکر اسم ذات سویا دیکھتا ہوں کہ میں اپنی سسرال جارہا ہوں ایک جگہ پہنچا تو دیکھا کہ ایک بیل
ایک بیل کو دوڑائے ہوئے مارنے کے لئے جارہا ہے۔ اور یوں معلوم ہوا کہ میری سسرال کے بیل
ہیں آخر دونوں تالاب میں گر گئے۔ اور جو آگے بھاگا جاتا تھا وہ گرتے ہی لاپتہ ہو گیا۔ اور جو مارنے
کے لئے جاتا تھا وہ ڈوبنے لگا دو شخص اسکے نکالنے کے لئے کودے مگر مردہ ہو کر نکلا۔ دوڑانیوالا
بیل کچھ کالا اور کچھ سفید تھا اور بھاگنے والا بالکل سفید تھا۔

(**تحقیق**) یہ خواب سمجھ میں نہیں آیا۔

(باقی آئندہ)

الاحکام القیمة

بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

اس ماہ کے متعلق احکام وقیتہ الامداد بابت صفر ۱۳۳۶ھ ہجری نمبر ۸ جلد اول میں بذیل سُرخی (باعتبار خصوص ماہ) ملاحظہ ہوں +

اضافہ بر مضمون سابق متعلق صفر

بعض کتب تصوف میں ایک حدیث لکھدی ہے کہ من بشرنی بخروج صفر بشرتہ بالجنة یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجکو ماہ صفر کے گذرنیکی بشارت دیگا میں اسکو جنت کی بشارت دونگا آہ اس سے بعض نے اس ماہ کی نحوست پر استدلال کیا ہے مگر یہ دلیل ثبوتاً ودلالةً دونوں طرح مخدوش ہے یعنی نہ تو یہ حدیث ثابت ہے اور نہ یہ اس مضمون پر دال ہے اسکا مدلول برتقدیر قطع نظر از عدم ثبوت یہ ہے کہ آپکی وفات ماہ ربیع الاول میں ہونیوالی تھی اور آپ لقاء اللہ مسبوق بالموت کے مشتاق تھے اور اس وجہ سے ربیع الاول کی ابتداء اور صفر کے انقضاء کی خبر کا آپکو انتظار تھا پس اس خبر کے لانے پر آپ نے بشارت کو مرتب فرمایا چنانچہ کتب تصوف میں اسی مقصود کے اثبات وتائید کیلئے اسکو وارد کیا ہے۔ بہرحال نہ یہ دلیل ثابت اور نہ اسکی دلالت ثابت پس دعوی نحوست منعدم ومنہدم ہوگیا۔

امر برقمہ اشرف علی

اطلاع } سلسلہ حسن الموعظت کے مواعظ حسب ذیل طیار ہیں شائقین جلد سے جلد فرمائشیں ارسال فرماویں ورنہ پھر کف افسوس ملنا پڑیگا۔

الخضوع مع ضمیمہ تمات اربعہ تنبیہات وصیت قیمت اصلی ۴ ر رعایتی ۲۔۰ ر۔

عمل اللہ ہ ۸۔ قیمت اصلی ۳۔۰ ر رعایتی ۲ ر

المحبور۔ قیمت اصلی ۳۔۰ ر رعایتی ۲ ر

سلسلہ تسہیل المواعظ بھی انشاء اللہ قریب ہی شائع ہوگا۔

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب سنہ ۱۳۳۴ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس[ف] کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع ومدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

ف دیکھو اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۳ھ جلد رابع صفحہ ۱۹ و ۱۸ بحث مذکور ہے ۱۲ منہ